



زیر نگرانی

شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ  
مولانا محمد عبدالقیوم صاحب مدظلہ

ورلڈ اسلامک فورم کا  
ترجمان

# الشریعت

جلد ۵  
ریٹس التحریر  
ایومار زاہد الراشدی

جنوری ۱۹۹۳ء

شمارہ ۴  
ملائیٹس

ملائیٹس  
مولانا محمد عبدالمنصوری

مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ

## فیسبھاشی

### ادارہ تحریر

- مولانا مفتی محمد عیسیٰ گرامانی — گورنمنٹ
- قاضی محمد رفیع خان ایوبی — میرپور
- پروفیسر غلام رسول عظیم — گورنمنٹ
- پروفیسر عبدالجلیل ساحہ — برائین
- مولانا مفتی برکت اللہ — لندن
- عالم محمد فیاض خان سواتی — گورنمنٹ
- حافظ محمد اقبال رنگونی — پشاور
- مولانا امیر الدین قاسمی — برمنگھم

### مجلس مشاورت

- مولانا محمد ریٹس بیٹیل — ڈربن جنیوا فریقہ
- مولانا رضا داہق — زنگھم پور کے
- عالم القنار احمد — لندن
- مولانا محمد فاروق سلطان — کون پینگ
- حافظ سید سعید احمد شاہ — ٹورانٹو
- الحاج عبدالرحمن ببادا — لندن
- حافظ بشیر احمد عبیدہ — دو بئی
- الحاج غلام قادر — لندن

### انتظامیہ

حافظ عبید الرحمن ضیاء  
حافظ ناصر الدین خان غامر

- ۲ مدیر اعلیٰ
- ۵ مولانا محمد سرفراز صدر
- ۹ مولانا محمد تقی عثمانی
- ۳۳ ابو عمار زاہد الراشدی
- ۳۰ ابتدائی مطالعاتی جائزہ
- ۳۵ مدیر اعلیٰ

کلمہ حق  
دین خیر خواہی کا نام ہے  
انسانی حقوق اور سیرت نبویؐ  
صومالیہ! مشرقی افریقہ کا افغانستان  
رتہ دو بہتر تو ہیں رسالت کیس  
اقافلہ معاد

ناشر  
حافظ محمد عبدالستین عثمان آبادی  
طابع  
مسعود احمد پرنٹرز لاہور  
کیوننگ  
۶۱۱ سٹیٹ سٹریٹ لاہور  
میں کارپوریشن  
محمد لاہور ۱-۱۰۱۳۳۸

ترسیل کے لیے  
○ ماہنامہ الشریعت اکاؤنٹ نمبر ۱۳۶۰  
عبید بیگ تھانوی لاہور گورنمنٹ  
○ بینبر ماہنامہ الشریعت  
ہاجہ سعیدہ بیگم لاہور گورنمنٹ

رہنمائی کے لیے  
ٹی پی جی سٹیٹ پبلشرز سالانہ سٹیٹ پبلیشرز  
یورپ — کس بھانوی ہونٹ  
امریکہ — پسنڈ ڈالر  
ٹیل لائٹ — پاکس سعودی ریال

WORLD ISLAMIC FORUM  
35 STOCK WELL GREEN  
LONDON SW9 (UK)  
TEL : 071 - 737 - 8199

خط و کتابت کے لیے

الشریعت



## ارکان پارلیمنٹ کے نام کھلا خط

معزز ارکان سینٹ و قومی اسمبلی، اسلامی جمہوریہ پاکستان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ ان دنوں قومی حلقوں میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے حوالے سے مختلف امور زیر بحث ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق وفاقی کابینہ کی خصوصی کمیٹی دستور کا تفصیلی جائزہ لے رہی ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ پارلیمنٹ میں حکومت کی طرف سے چند روز تک آئینی ترامیم کا ایک نیا بل سامنے آنے والا ہے۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث امور کے بارے میں دینی نقطہ نظر سے چند ضروری گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کی جائیں، تاکہ پاکستان کے اسلامی تشخص اور دستور پاکستان کی نظریاتی بنیاد کے تحفظ کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے آپ پورے شعور و ادراک کے ساتھ اس اہم بحث میں شریک ہو سکیں۔ امید ہے کہ یہ معروضات آپ کی سنجیدہ توجہ سے محروم نہیں رہیں گی۔

آٹھواں آئینی ترمیمی بل آٹھویں آئینی ترمیمی بل کی منسوخی کے بارے میں بعض سیاسی حلقوں کی طرف سے زور دیا جا رہا ہے اور وجہ یہ بیان کی جا رہی ہے کہ اس ترمیم کے تحت صدر مملکت کو قومی اسمبلی توڑنے کا غیر مشروط اختیار حاصل ہے، جس کے استعمال کا نشانہ گزشتہ تین اسمبلیاں بن چکی ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ صدر کے ان خصوصی اختیارات پر نظر ثانی کر کے صدر اور وزیر اعظم کے درمیان اختیارات کا توازن قائم کیا جائے۔ جہاں تک اختیارات کے توازن کا تعلق ہے، اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا



جاسکتا، لیکن یہ بات پیش نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ آٹھویں ترمیم کے خاتمہ اور سابقہ پوزیشن کی بحالی سے یہ توازن قائم نہیں ہوگا بلکہ الٹ جائے گا، کیونکہ اس صورت میں وزیر اعظم مطلق العنان ہو جائے گا اور صدر بے اختیار ہوگا، جو سربراہ مملکت کے منصب اور وقار کے منافی ہے۔ اس لیے صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں حقیقی توازن کے قیام کے لیے اعتدال کی راہ اختیار کرنا ہی قومی مفاد کا تقاضہ ہے۔

آٹھویں آئینی ترمیم کے حوالہ سے یہ بات بھی ارکان پارلیمنٹ کے پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ یہ ترمیم دراصل صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور اقتدار میں ان کی طرف سے کیے جانے والے آئینی و قانونی اقدامات کو دستوری تحفظ فراہم کرنے کے لیے کی گئی تھی، جن میں (۱) قرار داد مقاصد کو دستور کا باضابطہ حصہ بنانا، (۲) تلافی اور زنا کی شرعی حد کا نفاذ، (۳) چوری اور ڈاکہ کی شرعی حد کا نفاذ، (۴) اسلامی قانون شہادت، (۵) زکوٰۃ و عشر آرڈیننس، (۶) احترام رمضان آرڈیننس، (۷) امتناع قادیانیت آرڈیننس، (۸) جد اگانہ ایکشن کا قانون اور (۹) وفاقی شرعی عدالت کا قیام شامل ہیں، جنہیں آٹھویں آئینی ترمیم کی وجہ سے دستوری تحفظ حاصل ہے اور اس ترمیم کے خاتمہ کی صورت میں یہ تمام امور کا لہدم ہو جائیں گے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ نفاذ اسلام کی سمت ہونے والی اس پیش رفت کو بچایا جائے اور آٹھویں ترمیم کے عنوان سے کوئی غیر محتاط قدم اٹھانے سے گریز کیا جائے۔

پارلیمنٹ کی خود مختاری دستور پاکستان کے حوالے سے پارلیمنٹ کی خود مختاری بحال کرنے کا مسئلہ بھی زیر بحث ہے اور پارلیمنٹ کی خود مختاری کے منافی آئینی دفعات کو ختم کرنے کی بات کی جا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان اپنے ایمان و عقیدہ کی رو سے قرآن و سنت کے احکامات کو قبول کرنے کے پابند ہیں اور دستور میں شامل ”قرار داد مقاصد“ کی رو سے بھی خدا تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی مقرر کردہ حدود اور قرآن و سنت کے احکام کی پابندی کی ضمانت دی گئی ہے، جس کی روشنی میں پارلیمنٹ کی مطلق خود مختاری کے مغربی تصور کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرار داد مقاصد کے علاوہ پارلیمنٹ کو قرآن و سنت کے مطابق قانون سازی کا پابند بنانے والی آئینی



دفعات اور وفاقی شرعی عدالت کا قرآن و سنت کے منافی قوانین کو کالعدم قرار دینے کا اختیار بھی پارلیمنٹ کی غیر مشروط بالادستی کی راہ میں حاصل ہے اور غالباً "انہی دفعات کو غیر موثر بنانے کے لیے پارلیمنٹ کو قانون سازی کا غیر مشروط اختیار دینے کی دفعہ آئین میں شامل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، جو خدا نخواستہ کامیاب ہوگئی تو پاکستان اور دستور پاکستان کی اسلامی نظریاتی حیثیت ختم ہو جائے گی اور پاکستان ایک سیکولر ریاست کی حیثیت اختیار کر جائے گا۔ اس لیے اس بارے میں بھی انتہائی تدبیر، احتیاط اور بیدار مغزی سے مجوزہ آئینی ترمیمات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

آئین کے تضادات کہا جاتا ہے کہ آئین میں تضادات ہیں جنہیں دور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات درست ہے، کیونکہ آئین میں خدا تعالیٰ کی حاکمیت اور قرآن و سنت کی بالادستی کو تسلیم کیے جانے کے باوجود ایسے تحفظات موجود ہیں جو انگریزی دور کی منحوس یادگار نو آبادیاتی نظام کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔ اور اس نظام کا تسلسل ہماری قومی زندگی کو اہتری اور انتشار کا شکار بنائے ہوئے ہے۔ اس لیے دستور کے حوالہ سے اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ نو آبادیاتی نظام کو پناہ دینے والے دستوری تحفظات کی نشاندہی کر کے ان سے نجات حاصل کی جائے تاکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایک صحیح عملی اسلامی ریاست کی شکل دی جاسکے اور مملکت خداداد میں ایک فلاحی اور اسلامی معاشرہ کا قیام ممکن ہو۔

امید ہے کہ آپ ان گزارشات کو سنجیدہ توجہ سے نوازیں گے۔ بے حد شکر ہے!

ابو عمار زاہد الراشدی چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

ورلڈ اسلامک فورم کے ماہانہ فکری نشست

۱۵ جنوری ۹۲ بروز ہفتہ بعد نماز عشاء جامع مسجد صدیقیہ جسے براس سٹیلاٹ ماؤن گوجرانوالہ

میں جمعیت اہل سنت کے زیر اہتمام منعقد ہو رہی ہے جس میں مولانا زاہد الراشدی

خلافت اسلامیہ کے احیاء کی ضرورت اور اس کا عملی طریق کار

کے موضوع پر لیکچر دیں گے اللہ تعالیٰ سے صلواتی عام سے یارانِ محنت دان کے لیے



## دین خیر خواہی کا نام ہے

حضرت تمیم داریؓ (المتوفی ۳۰ھ) سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے کہا کس

کی خیر خواہی؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی کتاب، اس کے رسول،

مسلمانوں کے حکام اور عام مومنوں کی خیر خواہی۔“ (مسلم ج ۱، ص ۵۳)

صحیح ابو عوانہ (جلد ۱ ص ۳۷) میں ہے کہ آپ نے تین دفعہ انما الدین النصیحتہ

کا جملہ دہرایا اور اسی طرح ابو داؤد (جلد ۲ ص ۳۲۰) میں ہے۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نصیحت اور خیر خواہی دین ہے۔ اس حدیث کی

شرح اور تفسیر میں علمائے اسلام نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بھی ملاحظہ کر لیں۔ امام ابو سلیمان

احمد بن محمد الخطابی الشافعیؒ (المتوفی ۳۸۸ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

”اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کا معنی یہ ہے کہ اس کی وحدانیت کے بارے میں اعتقاد

صحیح ہو اور اس کی عبادت میں نیت خالص ہو۔ اس کی کتاب کے حق میں نصیحت یہ

ہے کہ اس کی کتاب پر ایمان لائے اور جو کچھ اس میں درج ہے اس پر عمل کرے۔

اس کے رسول کے لیے نصیحت کا یہ مطلب ہے کہ اس کی نبوت کی تصدیق کرے اور

جس چیز کا انہوں نے حکم دیا اور جس چیز سے منع کیا ہے، اس سلسلہ میں ان کی



اطاعت کرے اور ائمہ مسلمین کی نصیحت یہ ہے کہ حق کی بات میں ان کی فرمانبرداری کرے اور جب وہ ظلم پر کمر بستہ ہوں تو ان کے خلاف تلوار لے کر خردج نہ کرے (یعنی ویسے زبانی جہاد کرے) اور عامۃ المسلمین کی نصیحت یہ ہے کہ ان کے مصالح میں ان کی رہنمائی کرے۔ (معالم السنن ج ۷ ص ۲۷ طبع مصر)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ لفظ نصیحت ایک ایسا جامع لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس سے لے کر عامۃ المسلمین تک ہر مقام پر حسب حال چسپاں ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نصیحت اور خیر خواہی کو دین فرمایا ہے (الدین النصیحتہ) حافظ زین الدین ابو الفرج عبدالرحمن ابن رجب الحنبلی (المتوفی ۶۹۵ھ) اس حدیث کی شرح میں امام تقی الدین ابو عمرو عثمان المعروف بابن اسلح الشافعی (المتوفی ۶۳۳ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ :-

”نصیحت اللہ یہ ہے کہ اس کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے اور صفات کمال و جلال کے ساتھ اس کو موصوف سمجھا جائے اور جو صفات ان کے برعکس اور مخالف ہیں ان سے اس کی ذات کو منزہ سمجھا جائے اور اس کی نافرمانی سے گریز کیا جائے اور اس کی اطاعت کی پابندی کی جائے اور کمال اخصاص کے ساتھ اس کی محبت کی جائے اور اس کی رضا کے لیے دوسروں سے محبت اور عداوت کی جائے اور جو کافر باللہ ہے اس سے جہاد کیا جائے اور جو امور ان کے مشابہ ہوں اور ان بملہ امور کی طرف دعوت دینا اور ان پر لوگوں کو آمادہ کرنا وغیرہ۔ اور نصیحت لکتابہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی تعظیم کی جائے اور اس کو غلط تاویلات سے بچایا جائے اور اس کی تلاوت کی جائے اور اس کے اوامر و نواہی پر وقوف حاصل کیا جائے اور اس کی آیات پر تدبر کیا جائے اور اس کی طرف دعوت دی جائے اور غالی لوگوں کی تحریف سے اس کی ممانعت کی جائے اور ملحدوں کے طعن سے اس کو محفوظ کیا جائے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت اور خیر خواہی کا معنی بھی اس کے قریب قریب ہے کہ ان پر



اور جو چیز وہ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لائے اور ان کی توقیر و تعظیم کی جائے اور ان کی اطاعت پر پابندی کی جائے اور ان کی سنت کو زندہ کیا جائے اور آپ کے دشمنوں سے عداوت کی جائے اور جو لوگ آپ سے اور آپ کی سنت سے محبت کرتے ہیں ان سے محبت کی جائے اور آپ کے طور و طریق اور آداب کی پیروی کی جائے اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب سے محبت کی جائے اور اس کی مانند اور چیزیں عمل میں لائی جائیں۔ اور ائمہ المسلمین کی نصیحت کا یہ مطلب ہے کہ حق میں ان کی امداد اور اطاعت کی جائے اور نرمی اور شفقت کے ساتھ ان کو حق پر چلنے کی یاد دہانی اور تنبیہ کی جائے اور ان کی مخالفت سے کنارہ کشی کی جائے اور ان کے حق میں توفیق کی دعا کی جائے اور دوسروں کو اس پر آمادہ کیا جائے۔ اور عامۃ المسلمین کے حق میں نصیحت کا یہ مطلب ہے کہ ان کے مصالح میں ان کی رہنمائی کی جائے اور ان کو دین و دنیا کے امور کی تعلیم دی جائے اور ان کی پردہ پوشی کی جائے اور ان کی حاجت براری کی جائے اور ان کی دشمنوں کے مقابلہ میں امداد و مدافعت کی جائے اور ان کے ساتھ مکروہ حسد سے اجتناب کیا جائے اور ان کے لیے وہی کچھ پسند کیا جائے جو اپنے لیے پسند کیا جاتا ہے اور وہی کچھ ان کے لیے ناپسند کیا جائے جو اپنے لیے ناپسند کیا جاتا ہے اور جو دیگر امور اس طرح کے ہوں۔ (جامع العلوم و الحکم ص: ۷۷)

طبع مصر

اس تفصیلی عبارت میں بھی نصیحت کا مطلب و مفہوم خوب آشکارا کیا گیا ہے اور اعلیٰ ذات سے لے کر ادنیٰ مخلوق تک کی ہمدردی اور ہی خواہی کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ امام محی السنہ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی (المتوفی ۷۲۷ھ) النصبیحتہ لکتابہ کی شرح میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”اور تلاوت میں اس کے حروف کو درست کرنا اور محرفین کی تاویل کی اس سے مدافعت کرنا اور اس پر طعن کرنے والوں کے طعن کا رد کرنا اور جو کچھ اس میں ہے اس کی



تصدیق کرنا اور اُس کے احکام پر وقوف حاصل کرنا اور اس کے علوم کو سمجھنا۔

اور النصیحتہ لرسولہ کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں کہ:-

”آپ کی رسالت کی تصدیق کرنا اور تمام ان احکام پر ایمان لانا جو آپ (منجانب اللہ) لائے ہیں اور آپ کے امر و نہی میں آپ کی اطاعت کرنا اور آپ کی زندگی میں اور بعد از وفات مدد کرنا اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی کرنا اور آپ کے دوستوں سے دوستی کرنا اور آپ کے حق کو بڑا سمجھنا اور آپ کی توقیر کرنا اور آپ کے طریقہ اور سنت کو زندہ کرنا اور آپ کی دعوت کو پھیلانا اور آپ کی شریعت کی نشر و اشاعت کرنا اور آپ کی شریعت پر (لمھدین) کی تمت کو دور کرنا۔“ (نووی شرح مسلم جلد ۱ ص

(۵۳

ان اقتباسات کے پیش نظر دیگر امور کے علاوہ عامتہ المسلمین کی خیر خواہی اور ان کے رشد و ہدایت کی فکر دین ہے، کیونکہ جب صحیح دین اور قرآن و سنت کے مطابق اعمال ان کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور غلط اور باطل امور کی نشاندہی کی جائے گی تو عوام کے حق میں یہ نصیحت اور خیر خواہی ہوگی کیونکہ وہ اپنے عقائد و اعمال کو درست کریں گے اور راہ راست پر گامزن ہو کر تقرب خداوندی حاصل کریں گے اور عذاب الہی سے نجات پائیں گے اور ان کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی خوشیاں نصیب ہوں گی اور آپ کی مخالفت سے بچ کر آتش دوزخ سے رستگاری ملے گی اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا یہی محبوب مشغلہ تھا کہ وہ ہر وقت مخلوق خدا کی بھلائی اور ان کی خیر خواہی کو ملحوظ رکھتے تھے اور ہر دور کے علمائے حق کا یہی فریضہ رہا ہے۔



تقریر: مولانا محمد تقی عثمانی  
ضبط و ترتیب: مولانا منظور احمد الحسینی

## انسانی حقوق اور سیرت نبویؐ

۳۱ اگست ۹۳ء کو اسلامک سنٹر سیلون روڈ انٹرن پارک لندن میں ورلڈ اسلامک فورم کے زیر اہتمام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر جلسہ عام منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا مفتی عبد الباقی نے کی اور مولانا زاہد الراشدی، مولانا منظور الحسینی، مولانا محمد عیسیٰ منصور اور مولانا عبد الرشید رحمانی کے علاوہ جشن مولانا محمد تقی عثمانی نے "سیرت النبی اور انسانی حقوق" کے عنوان پر مندرجہ ذیل مفصل خطاب کیا۔

حضرات علمائے کرام، جناب صدر محفل اور معزز حاضرین!  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہمارے لئے یہ بڑی سعادت اور مسرت کا موقع ہے کہ آج اس محفل میں جو نبی کریم سرور دو عالم کے مبارک ذکر کیلئے منعقد ہے، ہمیں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل انسان کی اتنی بڑی سعادت ہے کہ اس کے برابر اور کوئی سعادت نہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

اور حبیب کا تذکرہ بھی حبیب کے وصال کے قائم مقام ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس ذکر کو یہ فضیلت عطا فرمائی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔ تو جس مجلس کا انعقاد اس مبارک تذکرہ کیلئے ہو اس میں شرکت، خواہ



ایک مقرر اور بیان کرنے والے کی حیثیت میں ہو یا سامع کی حیثیت میں، ایک بڑی سعادت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی برکات ہمیں اور آپ کو عطا فرمائے۔

تذکرہ ہے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا اور سیرت طیبہ ایک ایسا موضوع ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے صرف ایک پہلو کو بھی بیان کرنا چاہے تو پوری رات بھی اس کیلئے کافی نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود میں اللہ جل جلالہ نے تمام بشری کمالات، جتنے متصور ہو سکتے تھے، وہ سارے کے سارے جمع فرمائے۔ یہ جو کسی نے کہا تھا کہ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچه خویاں ہمہ دارند تو تنها داری

تو یہ کوئی مبالغے کی بات نہیں تھی۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس انسانیت کیلئے اللہ جل جلالہ کی تخلیق کا ایک ایسا شاہکار بن کر تشریف لائے تھے کہ جس پر کسی بھی حیثیت سے، کسی بھی نقطہ نظر سے غور کیجئے تو وہ کمال ہی کمال کا پیکر ہے۔ اس لئے آپ کی سیرت طیبہ کے کس پہلو کو آدمی بیان کرے، کس کو چھیڑے، انسان کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ سے مگرم

کرشمہ دامن دل سے کشد کہ جا - بنجا است

اور غالب مرحوم نے کہا تھا۔

کہ غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتم

کال ذات پاک مرتبہ دان محمد است

انسان کے تو بس ہی میں نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کا حق ادا کر سکے۔ ہمارے یہ ناپاک منہ، یہ گندی زبانیں اس لائق نہیں تھیں کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے کی بھی اجازت دی جاسکتی، لیکن یہ اللہ جل جلالہ کا کرم ہے کہ اس نے نہ صرف اجازت دی بلکہ اس سے راہنمائی اور استفادے کا بھی موقع عطا فرمایا۔ اس واسطے موضوعات تو سیرت کے بے شمار ہیں، لیکن میرے مخدوم اور محترم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب، اللہ تعالیٰ ان کے فیوض کو جاری و ساری فرمائے، انہوں نے حکم دیا کہ سیرت طیبہ کے اس پہلو پر گفتگو کی جائے کہ نبی کریم سرور دو عالم



صلی اللہ علیہ وسلم انسانی حقوق کیلئے کیا راہنمائی اور ہدایت لے کر تشریف لائے اور جیسا کہ انہوں نے ابھی فرمایا، اس موضوع کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں پروفیگنڈہ کا بازار گرم ہے کہ اسلام کو عملی طور پر نافذ کرنے سے ہیومن رائٹس مجروح ہوں گے، انسانی حقوق مجروح ہوں گے اور یہ پبلسٹی کی جارہی ہے کہ گویا ہیومن رائٹس کا تصور پہلی بار مغرب کے ایوانوں سے بلند ہوا اور سب سے پہلے انسان کو حقوق دینے والے یہ اہل مغرب ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات میں انسانی حقوق کا معاذ اللہ کوئی تصور موجود نہیں۔ تو یہ موضوع جب انہوں نے گفتگو کیلئے عطا فرمایا تو ان کے تعمیل حکم میں اسی موضوع پر آج اپنی گفتگو کو محصور کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن موضوع ذرا تھوڑا سا علمی نوعیت کا ہے اور ایسا موضوع ہے کہ اس میں ذرا زیادہ توجہ اور زیادہ حاضر دماغی کی ضرورت ہے، تو اس سلسلے میں آپ حضرات سے درخواست ہے کہ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اور اس کی نزاکت کو مد نظر رکھتے ہوئے ذرا براہ کرم توجہ کیساتھ سماعت فرمائیں۔ شاید اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے دل میں اس سلسلے کے اندر کوئی صحیح بات ڈال دے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے، جس کا جواب دینا منظور ہے، کہ آیا اسلام میں انسانی حقوق کا کوئی جامع تصور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں ہے یا نہیں؟ یہ سوال اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ یہ اس دور کا عجیب و غریب رجحان ہے کہ انسانی حقوق کا ایک تصور پہلے اپنی عقل، اپنی فکر، اپنی سوچ کی روشنی میں خود متعین کر لیا کہ یہ انسانی حقوق ہیں، یہ ہیومن رائٹس ہیں اور ان کا تحفظ ضروری ہے اور اپنی طرف سے خود ساختہ جو سانچہ انسانی حقوق کا ذہن میں بنایا اس کو ایک معیار حق قرار دے کر ہر چیز کو اس معیار پر پرکھنے اور جانچنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پہلے سے خود متعین کر لیا کہ فلاں چیز انسانی حق ہے اور فلاں چیز انسانی حق نہیں ہے اور یہ متعین کرنے کے بعد اب دیکھا جاتا ہے کہ آیا اسلام یہ حق دیتا ہے کہ نہیں دیتا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حق دیا کہ نہیں دیا؟ اگر دیا تو گویا ہم کسی درجہ میں اس کو ماننے کیلئے تیار ہیں۔ اگر نہیں دیا تو ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ لیکن ان مفکرین اور دانشوروں سے اور ان فکر و عقل کے سورماؤں سے میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ یہ آپ نے جو اپنے ذہن سے انسانی حقوق کے



تصورات مرتب کئے، یہ آخر کس بنیاد پر کئے؟ یہ کس اساس پر کئے؟ یہ جو آپ نے یہ تصور کیا کہ انسانی حقوق کا ایک پہلو یہ ہے، ہر انسان کو یہ حق ضرور ملنا چاہیے، یہ آخر کس بنیاد پر آپ نے کہا کہ ملنا چاہیے؟

انسانیت کی تاریخ پر نظر دوڑا کر دیکھئے تو ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک انسان کے ذہن میں انسانی حقوق کے تصورات بدلتے چلے آئے ہیں۔ کسی دور میں انسان کیلئے ایک حق لازمی سمجھا جاتا تھا، دوسرے دور میں اس حق کو بے کار قرار دے دیا گیا، تیسرے کسی ماحول کے اندر، ایک خطے میں ایک حق قرار دیا گیا دوسری جگہ اس حق کو ناحق قرار دے دیا گیا۔ تاریخ انسانیت پر نظر دوڑا کر دیکھیے تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ جس زمانے میں بھی انسانی فکر نے حقوق کے جو سانچے تیار کئے ان کا پروپیگنڈا، ان کی پبلسٹی اس زور و شور کے ساتھ کی گئی کہ اس کے خلاف بولنے کو جرم قرار دے دیا گیا۔

حضور نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت انسانی حقوق کا ایک تصور تھا اور وہ تصور ساری دنیا کے اندر پھیلا ہوا تھا اور اسی تصور کو معیار حق قرار دیا جاتا تھا، ضروری قرار دیا جاتا تھا کہ یہ حق لازمی ہے۔ مثلاً "میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ اس زمانے میں انسانی حقوق ہی کے حوالے سے یہ تصور تھا کہ جو شخص کسی کا غلام بن گیا تو غلام بننے کے بعد وہ صرف جان و مال اور جسم ہی اس کا مملوک نہیں ہوا بلکہ انسانی حقوق انسانی مفادات کے ہر تصور سے وہ عاری ہو گیا۔ آقا کا یہ بنیادی حق ہے کہ اپنے غلام کے گردن میں طوق ڈالے اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں پہنائی جائیں۔ یہ ایک تصور تھا۔ آپ کو اس کے اوپر پورا لٹریچر مل جائیگا اس زمانے کے اندر جنہوں نے اس کو جسٹی فائی (Justify) کرنے کیلئے اور اس کو جینی بر انصاف قرار دینے کیلئے فلسفے پیش کئے تھے۔ یہ دور کی بات ہے، اسے جاہلیت کا زمانہ کہہ لیجئے کہ چودہ سو سال پہلے کی بات ہے، لیکن ابھی قریب سو ڈیڑھ سو سال پہلے کی بات لے لیجئے، جب جرمنی اور اٹلی میں فاشیزم نے اور نازی ازم نے سر اٹھایا۔ آج فاشیزم اور نازی ازم کا نام گالی بن چکا اور دنیا بھر میں بدنام ہو چکا، لیکن آپ ان کے فلسفے کو اٹھا کر دیکھئے، جس بنیاد پر انہوں نے فاشیزم کا تصور پیش کیا تھا اور نازی ازم کا تصور پیش کیا تھا، اس فلسفے کو خالص عقل کی بنیاد پر اگر آپ رد کرنا چاہیں تو آسان نہیں ہوگا۔ انہوں نے یہ تصور پیش کیا تھا کہ جو



طاقت ور ہے اس کا ہی یہ بنیادی حق ہے کہ وہ کمزور پر حکومت کرے اور یہ طاقتور کے بنیادی حقوق میں شمار ہوتا ہے اور کمزور کے ذمہ واجب ہے کہ وہ طاقت کے آگے سر جھکائے۔ یہ تصور ابھی سو ڈیڑھ سو سال پہلے کی بات ہے۔ تو انسانی افکار کی تاریخ میں انسانی حقوق کے تصورات یکساں نہیں رہے، بدلتے رہے۔ کسی دور میں کسی ایک چیز کو حق قرار دیا گیا اور کسی دور میں کسی دوسری چیز کو حق قرار دیا گیا اور جس میں دور جس قسم کے حقوق کے سیٹ کو یہ کہا گیا کہ یہ انسانی حقوق کا حصہ ہے، اس کے خلاف بات کرنا زبان کھولنا ایک جرم قرار پایا۔ تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آج جن ہیومن رائٹس کے سیٹ کو کہا جا رہا ہے کہ ان ہیومن رائٹس کا تحفظ ضروری ہے، یہ کل کو تبدیل نہیں ہوں گے، کل کو ان کے درمیان انقلاب نہیں آئے گا اور کون سی بنیاد ہے جو اس بات کو درست قرار دے سکے؟

حضور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانی حقوق کے بارے میں سب سے بڑا کنٹری بیوشن (Contribution) یہ ہے کہ آپ نے انسانی حقوق کے تعین کی صحیح بنیاد فراہم فرمائی۔ وہ اساس فراہم فرمائی جس کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ کون سے ہیومن رائٹس قابل تحفظ ہیں اور کون سے ہیومن رائٹس قابل تحفظ نہیں۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی اور آپ کی ہدایت کو اساس تسلیم نہ کیا جائے تو اس دنیا کے پاس، اس کائنات کے پاس کوئی بنیاد نہیں ہے جس کی بنیاد پر وہ کہہ سکے کہ فلاں انسانی حقوق لازماً قابل تحفظ ہیں۔

میں آپ کو ایک لطیفے کی بات سناتا ہوں۔ آج سے تقریباً ایک سال پہلے، یا کچھ مدت زیادہ ہو گئی، ایک دن میں مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں بیٹھا ہوا تھا تو باہر سے کوئی صاحب ملنے کیلئے آئے۔ کارڈ بھیجا تو دیکھا کہ اس کارڈ پر لکھا ہوا تھا کہ یہ ساری دنیا میں ایک مشہور ادارہ ہے جس کا نام اینٹنی انٹرنیشنل ہے، جو سارے انسانی بنیادی حقوق کے تحفظ کا علمبردار ہے، اس ادارے کے ایک ڈائریکٹر پیرس سے پاکستان آئے تھے وہ ملنا چاہتے تھے۔ خیر میں نے بلا لیا، پہلے سے کوئی اپائنٹ منٹس نہیں تھی، کوئی پہلے سے وقت نہیں لیا تھا، اچانک آگئے اور پاکستان کی وزارت خارجہ کے ایک ذمہ دار افسر بھی ان کے ساتھ تھے۔ آپ کو یہ معلوم ہے کہ اینٹنی انٹرنیشنل وہ ادارہ ہے جو انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے



اور آزادی تقریر و تحریر کیلئے علمبردار کہا جاتا ہے اور پاکستان میں جو بعض شرعی قوانین نافذ ہوئے یا مثلاً "قادیانیوں کے سلسلے میں پابندیاں عائد کی گئیں تو اینٹی انٹرنیشنل کی طرف سے اس پر اعتراضات و احتجاجات کا سلسلہ رہا۔ تو یہ صاحب تشریف لائے، انہوں نے آکر مجھ سے کہا کہ میں آپ سے اس لئے ملنا چاہتا ہوں کہ میرے ادارے نے مجھے اس بات پر مقرر کیا ہے کہ میں آزادی تحریر و تقریر اور انسانی حقوق کے سلسلے میں ساؤتھ ایٹ ایشیا کے ممالک کی رائے عامہ کا سروے کروں، یعنی یہ معلوم کروں کہ جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمان انسانی حقوق، آزادی تحریر و تقریر اور آزادی اظہار رائے کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں اور وہ کس حد تک اس معاملہ میں ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ ہیں۔ اس کا سروے کرنے کیلئے میں پیرس سے آیا ہوں اور اس سلسلے میں آپ سے انٹرویو چاہتا ہوں۔ ساتھ ہی انہوں نے معذرت بھی کی کہ چونکہ میرے پاس وقت کم تھا اس لئے میں پہلے وقت نہیں لے سکا، لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے چند سوالات کا آپ جواب دیں تاکہ اس کی بنیاد پر اپنی رپورٹ مرتب کر سکوں۔

تو میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ آپ کب تشریف لائے؟ کہا کہ میں کل ہی پہنچا ہوں۔ میں نے کہا آئندہ کیا پروگرام ہے؟ فرمانے لگے کہ کل مجھے اسلام آباد جانا ہے۔ میں نے کہا اس کے بعد؟ کہا کہ اسلام آباد ایک یا دو دن ٹھہر کر پھر میں دہلی جاؤں گا۔ میں نے کہا وہاں کتنے دن قیام فرمائیں گے؟ کہا دو دن۔ میں نے کہا پھر اس کے بعد؟ کہا کہ اس کے بعد مجھے ملائیشیا جانا ہے۔ تو میں نے کہا کل آپ کراچی تشریف لائے اور آج شام کو اس وقت میرے پاس تشریف لائے، کل صبح آپ اسلام آباد چلے جائیں گے، آج کا دن آپ نے کراچی میں گزارا، تو آپ نے کیا کراچی کی رائے عامہ کا سروے کر لیا؟ تو اس سوال پر وہ بڑا ہنٹائے۔ کہنے لگے اتنی دیر میں واقعی پورا سروے تو نہیں ہو سکتا تھا، لیکن اس مدت کے ماندر میں نے کافی لوگوں سے ملاقات کی اور تھوڑا بہت اندازہ مجھے ہو گیا ہے۔ تو میں نے کہا آپ نے کتنے لوگوں سے ملاقات کی؟ کہا کہ پانچ افراد سے میں ملاقات کر چکا ہوں، چھٹے آپ ہیں۔ میں نے کہا چھ افراد سے ملاقات کرنے کے بعد آپ نے کراچی کا سروے مکمل کر لیا، اب اس کے بعد کل اسلام آباد تشریف لے جائیں گے اور وہاں ایک دن قیام فرمائیں گے، چھ آدمیوں سے وہاں پھر آپ کی ملاقات ہوگی، چھ آدمیوں



سے ملاقات کے بعد اسلام آباد کی رائے عامہ کا سروے ہو جائے گا، اس کے بعد دو دن دہلی تشریف لے جائیں گے، دو دن دہلی کے اندر کچھ لوگوں سے ملاقاتیں کریں گے تو وہاں کا سروے آپ کا ہو جائے گا۔ تو یہ بتائیے کہ یہ سروے کا کیا طریقہ ہے؟ تو وہ کہنے لگے آپ کی بات معقول ہے، واقعتاً "جتنا وقت مجھے دینا چاہیے تھا اتنا میں دے نہیں پا رہا، مگر میں کیا کروں کہ میرے پاس وقت کم تھا۔ تو میں نے کہا معاف فرمائیے، اگر وقت کم تھا تو کس ڈاکٹر نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ سروے کریں؟ اس لئے کہ اگر سروے کرنا ہے تو پھر ایسے آدمی کو کرنا چاہیے جس کے پاس وقت ہو، جو لوگوں کے پاس جا کر مل سکے، لوگوں سے بات کر سکے، اگر وقت کم تھا تو پھر سروے کی ذمہ داری لینے کی ضرورت کیا تھی؟ تو کہنے لگے کہ بات تو آپ کی ٹھیک ہے، لیکن بس ہمیں اتنا ہی وقت دیا گیا تھا، اس لئے میں مجبور تھا۔ میں نے کہا معاف فرمائیے مجھے آپ کے اس سروے کی سنجیدگی پر شک ہے، میں اس سروے کو سنجیدہ نہیں سمجھتا، لہذا میں اس سروے کے اندر کوئی پارٹی بننے کیلئے تیار نہیں ہوں اور نہ آپ کے کسی سوال کا جواب دینے کیلئے تیار ہوں، اس لئے کہ آپ پانچ چھ آدمیوں سے گفتگو کرنے کے بعد یہ رپورٹ دیں گے کہ وہاں پر رائے عامہ یہ ہے۔ اس رپورٹ کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے؟ لہذا میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ وہ بڑا پٹٹائے اور انہوں نے کہا کہ آپ کی بات ویسے ٹیکنیکی صحیح ہے، لیکن یہ کہ میں چونکہ آپ کے پاس ایک بات پوچھنے کیلئے آیا ہوں تو میرے کچھ سوالوں کے جواب آپ ضرور دے دیں۔ میں نے کہا نہیں، میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا، جب تک مجھے اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ آپ کا سروے واقعتاً "علمی نوعیت کا ہے، سنجیدہ ہے اور علمی شرائط پوری کرتا ہے تو میں اس سروے کے اندر کوئی پارٹی بننے کیلئے تیار نہیں ہوں، آپ مجھے معاف فرمائیں، میرے ممان ہیں، میں آپ کی خاطر تواضع جو کر سکتا ہوں وہ کروں گا، باقی کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔

میں نے کہا بتا دیجئے اگر میری بات میں کوئی غیر معقولیت ہے تو مجھے سمجھا دیجئے کہ میرا موقف غلط ہے اور فلاں بنیاد پر غلط ہے۔ کہنے لگے بات تو آپ کی معقول ہے، لیکن میں آپ سے ویسے برادرانہ طور پر چاہتا ہوں کہ آپ کچھ جواب دیں۔ میں نے کہا میں جواب نہیں دوں گا، البتہ آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔



کننے لگے سوال تو میں کرنے کیلئے آیا تھا تو آپ کیا سوال کرنا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا میں آپ سے اجازت طلب کر رہا ہوں، اگر آپ اجازت دیں گے تو سوال کر لوں گا اگر اجازت نہیں دیں گے تو میں بھی سوال نہیں کروں گا اور ہم دونوں کی ملاقات ہوگئی بات ختم ہوگئی۔ کننے لگے نہیں آپ سوال کر لیجئے۔ تو میں نے کہا میں سوال آپ سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ آزادی اظہار رائے اور انسانی حقوق کا علم لے کر چلے ہیں تو میں ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ آزادی اظہار رائے جس کی آپ تبلیغ کرنا چاہتے ہیں اور کر رہے ہیں اور جس علم کو لے کر چلے ہیں، یہ آزادی اظہار رائے Absolute یعنی مطلق ہے، اس پر کوئی قید کوئی پابندی کوئی شرط عائد نہیں ہوتی یا یہ کہ آزادی اظہار رائے پر کچھ قیود و شرائط بھی عائد ہونی چاہئیں؟ کننے لگے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟ تو میں نے کہا مطلب تو الفاظ سے واضح ہے۔ میں یہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ جس آزادی اظہار رائے کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں، تو کیا وہ ایسی ہے کہ جس شخص کی جو رائے ہو اس کا برملا اظہار کرنے، اس کی برملا تبلیغ کرے، برملا اس کی طرف دعوت دے اور اس پر کوئی روک ٹوک کوئی پابندی عائد نہ ہو۔ یہ مقصود ہے؟ اگر یہ مقصود ہے تو فرمائیے کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ یہ دولت مند افراد انہوں نے بت چمے کما لیے اور غریب لوگ بھوکے مر رہے ہیں، لہذا ان دولت مندوں کے گھروں پر ڈاکہ ڈال کر اور ان کی دکانوں کو لوٹ کر غریبوں کو پیسہ پہنچانا چاہیے۔ اگر کوئی شخص دینتدارانہ یہ رائے رکھتا ہو اور یہ رائے رکھ کر اس کی طرف تبلیغ کرے اور اس کا اظہار کرے، لوگوں کو دعوت دے کہ آپ آئیے اور میرے ساتھ شامل ہو جائیے اور یہ جتنے دولت مند لوگ ہیں، روزانہ ان پر ڈاکہ ڈالا کریں گے، ان کا مال لوٹا کریں گے اور مال لوٹ کر غریبوں میں تقسیم کیا کریں گے، تو آپ ایسی اظہار رائے کی آزادی کے حامی ہوں گے یا نہیں؟ اور اس کی اجازت دیں گے کہ نہیں؟ کننے لگے اس کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ لوگوں کا مال لوٹ کر دوسروں میں تقسیم کر دیا جائے۔ تو میں نے کہا یہی میرا مطلب تھا کہ اگر اس کی اجازت نہیں دی جائے گی تو اس کا معنی یہ ہے کہ آزادی اظہار رائے اتنی (Absolute) اتنی مطلق نہیں ہے کہ اس پر کوئی قید کوئی شرط کوئی پابندی عائد نہ کی جاسکے، کچھ نہ کچھ قید شرط لگانی پڑے گی۔ کننے لگے ہاں کچھ نہ کچھ تو لگانی پڑے گی۔ تو میں نے کہا مجھے یہ بتائیے



کہ وہ قید و شرط کس بنیاد پر لگائی جائے گی اور کون لگائے گا؟ کس بنیاد پر یہ طے کیا جائے کہ فلاں قسم کی رائے کا اظہار کرنا تو جائز ہے اور فلاں قسم کی رائے کا اظہار کرنا جائز نہیں ہے؟ فلاں قسم کی تبلیغ جائز ہے اور فلاں قسم کی تبلیغ جائز نہیں ہے؟ اس کا تعین کون کرے گا اور کس بنیاد پر کرے گا، اس سلسلے میں آپ کے ادارے نے کوئی علمی سروے کیا ہو اور علمی تحقیق کی ہو تو میں اس کو جاننا چاہتا ہوں۔ کہنے لگے کہ اس نقطہ نظر سے پہلے ہم نے غور نہیں کیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ دیکھئے! آپ اتنے بڑے مشن کو لے کر چلے ہیں، پوری انسانیت کو آزادی اظہار رائے دلانے کے لئے، ان کو حقوق دلانے کے لئے، لیکن آپ نے بنیادی سوال نہیں سوچا کہ آخر آزادی اظہار رائے کس بنیاد پر طے ہوئی چاہیے؟ کیا اصول ہوں کیا پر نسیا: ہوں کیا شرعیں اور کیا قیود ہوں۔ تو کہنے لگے اچھا آپ ہی بتا دیجئے۔ تو میں نے کہا میں تو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں کسی سوال کا جواب دینے بیٹھا ہی نہیں۔ میں تو آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ مجھے بتائیے کہ کیا قیود و شرائط ہونی چاہئیں اور کیا نہیں۔ میں نے تو آپ سے سوال کیا ہے کہ آپ کے نقطہ نظر سے، آپ کے ادارے کے نقطہ نظر سے کیا ہونا چاہیے؟

کہنے لگے حیرے علم میں ابھی تک ایسا کوئی فارمولا نہیں ہے۔ ایک فارمولا ذہن میں آتا ہے کہ صاحب! ایسی آزادی اظہار رائے جس میں وا یلنس ہو، جس میں دوسرے کے ساتھ تشدد ہو تو وہ نہیں ہونی چاہیے۔ میں نے کہا یہ تو آپ کے ذہن میں آیا کہ وا یلنس کی پابندی ہونی چاہیے، کسی اور کے ذہن میں کوئی اور بات بھی آسکتی ہے کہ فلاں چیز کی آزادی بھی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ کون طے کرے گا اور کس بنیاد پر طے کرے گا کہ کس قسم کی اظہار رائے کی کھلی چھٹی ہونی چاہیے، کس کی نہیں؟ اس کا کوئی فارمولا کچھ نہ کچھ معیار ہونا چاہیے۔ کہنے لگے آپ سے گفتگو کے بعد یہ اہم سوال میرے ذہن میں آیا ہے اور میں اپنے ذمہ داروں تک اس کو پہنچاؤں گا اور اس کے بعد اس پر اگر کوئی لٹریچر ملا تو آپ کو بھیجوں گا۔ تو میں نے کہا انشاء اللہ میں منتظر رہوں گا کہ اگر آپ اس کے اوپر کوئی لٹریچر بھیج سکیں اور اس کا کوئی فلسفہ بتا سکیں تو میں ایک طالب علم کی حیثیت میں اس کا مشتاق ہوں۔ جب وہ چلنے لگے، ان کو مجھ سے کوئی بات ملی نہیں تو اس وقت میں نے ان سے کہا کہ میں سنجیدگی سے آپ سے کہہ رہا ہوں، یہ بات مذاق کی نہیں ہے، سنجیدگی سے



چاہتا ہوں کہ اس مسئلے پر غور کیا جائے، اس کے بارے میں آپ اپنا نقطہ نظر بھیجیں، لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دوں کہ جتنے آپ کے نظریات اور فلسفے ہیں، ان سب کو مد نظر رکھ لیجئے، کوئی ایسا متفقہ فارمولا آپ پیش کر نہیں سکیں گے، جس پر ساری دنیا متفق ہو جائے کہ فلاں بنیاد پر اظہار رائے کی آزادی ہونی چاہیے اور فلاں بنیاد پر نہیں ہونی چاہیے۔ تو یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں اور اگر پیش کر سکیں تو میں منظر ہوں۔ آج ڈیڑھ سال ہو گیا ہے کوئی جواب نہیں آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مجمل نعرے، یہ اجمالی نعرے کہ صاحب! ہیومن رائٹس ہونے چاہئیں، آزادی اظہار رائے ہونی چاہیے، تحریر و تقریر کی آزادی ہونی چاہیے، یہ اجمالی نعرے ان کی ایسی کوئی بنیاد جس پر ساری دنیا متفق ہو سکے اور جس کے بارے میں معقولیت سے کہا جاسکے کہ یہ ہے وہ بنیاد جو اس کو طے کر سکے، یہ کسی کے پاس نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ جو کوئی بھی یہ بنیادیں طے کرے گا وہ اپنی سوچ اور اپنی عقل کی بنیاد پر کرے گا۔ اور کبھی دو انسانوں کی عقل یکساں نہیں ہوتی، دو زمانوں کی عقلیں یکساں نہیں ہوتیں، دو گروپوں کی عقلیں یکساں نہیں ہوتیں، لہذا ان کے درمیان اختلاف رہا ہے، رہے گا اور اس اختلاف کو ختم کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انسانی عقل اپنی ایک لمیٹیشن رکھتی ہے، اس کی حدود ہیں، اس سے آگے وہ تجاوز نہیں کر پاتی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پوری انسانیت کیلئے سب سے بڑا احسان عظیم یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام معاملات کو طے کرنے کی وہ بنیاد فراہم کی ہے کہ کون سا حق قابل تحفظ ہے اور کونسا حق قابل تحفظ نہیں۔ اس کی واحد بنیاد یہ ہے کہ وہ ذات جس نے ان پوری کائنات کو پیدا کیا، وہ ذات جس نے انسانوں کو پیدا کیا، اسی سے پوچھو کہ کون سے انسانی حقوق قابل تحفظ ہیں اور کون سے انسانی حقوق قابل تحفظ نہیں؟ وہی بتا سکتا ہے، اس کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا اور اس ذات کے ساتھ اس خالق کائنات کے ساتھ رشتہ جوڑا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور رشتہ جوڑا وحی کا رشتہ۔ وہ مقام جہاں پر انسان کی عقل آکر ٹاٹا کارہ ہو جاتی ہے، بے کار ہو جاتی ہے، صحیح جواب نہیں دیتی، اس مقام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی لے کر آتے ہیں اللہ جل جلالہ کی اور وہ بتاتے ہیں کہ یہ ہے وہ بنیاد جس کی روشنی میں تم اپنے مسائل حل کر



کتے ہو۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ پہلے ہمیں یہ بتاؤ کہ اسلام ہمیں کیا حقوق دیتا ہے پھر ہم اسلام کو مانیں گے۔ میں نے کہا اسلام کو تمہاری ضرورت نہیں۔ اگر اسلام کو اس وجہ سے ماننا کہ حقوق پہلے اپنے ذہن میں طے کر لئے کہ یہ حقوق جہاں ملیں گے وہاں جائیں گے اور اس کے بعد پھر اسلام میں اس خاطر آتے ہو کہ یہ حقوق چونکہ اسلام میں مل رہے ہیں اس واسطے میں جا رہا ہوں، تو یاد رکھو اسلام کو تمہاری ضرورت نہیں۔ اسلام کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے یہ اپنی عاجزی درمانگی اور شکستگی پیش کرو کہ ان مسائل کو حل کرنے میں ہماری عقل عاجز ہے اور سوچ عاجز ہے، ہمیں وہ بنیاد چاہیے جس کی بنیاد پر ہم مسائل کو حل کریں۔ جب آدمی اس نقطہ نظر سے اسلام کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر اسلام ہدایت و راہنمائی پیش کرتا ہے۔ ہدیٰ للمتقین۔ یہ ہدایت مستین کیلئے ہے۔ متقین کے کیا معنی؟ متقین کے معنی یہ ہیں کہ جس کے دل میں طلب ہو، یہ ہو کہ ہم اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہیں، درمانگی کا اعتراف کرتے ہیں، پھر رجوع کرتے ہیں اپنے مالک اور خالق کے سامنے کہ آپ ہمیں بتائیے کہ ہمارے لئے کیا راستہ ہے۔

محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ پیغام لے کر آئے، لہذا یہ جو آج کی دنیا کے اندر ایک فیشن بن گیا کہ صاحب! پہلے یہ بتاؤ کہ ہیومن رائٹس کیا ملیں گے، تب اسلام میں داخل ہوں گے تو یہ طریقہ اسلام میں داخل ہونے کا نہیں ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس امت کو پیغام دیا، دعوت دی تو آپ نے جتنے غیر مسلموں کو دعوت دی، کسی جگہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اسلام میں آ جاؤ تمہیں فلاں فلاں حقوق مل جائیں گے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم کو اللہ جل جلالہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں: قولوا لا الہ الا اللہ نفلحون یہ مادی منافع مادی مصلحتوں اور مادی خواہشات کی خاطر اگر کوئی اسلام میں آتا چاہتا ہے تو وہ درحقیقت اخلاص کے ساتھ صحیح راستہ تلاش نہیں کر رہا۔ پہلے وہ اپنی عاجزی کا اعتراف کرے کہ ہماری عقلیں ان مسائل کو حل کرنے سے عاجز ہیں۔

اور یاد رکھیے یہ موضوع بڑا طویل ہے کہ عقل انسانی بے کار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں عقل عطا فرمائی، یہ بڑی کار آمد چیز ہے، مگر یہ اس حد تک کار آمد ہے جب تک



اس کو اس کی حدود میں استعمال کیا جائے اور حدود سے باہر اگر اس کو استعمال کرو گے تو وہ غلط جواب دینا شروع کر دے گی۔ اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک اور ذریعہ علم عطا فرمایا ہے، اس کا نام وحی الہی ہے، جہاں عقل جواب دے جاتی ہے اور کار آمد نہیں رہتی وحی الہی اسی جگہ پر آکر رہنمائی کرتی ہے۔

دیکھو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں آنکھ دی، کان دیے، یہ زبان دی۔ آنکھ سے دیکھ کر ہم بت سی چیزیں معلوم کرتے ہیں، کان سے سن کر بہت ساری چیزیں معلوم کرتے ہیں، زبان سے کچھ کر بہت ساری چیزیں معلوم کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کا اپنا ایک فنکشن رکھا ہے، ہر ایک کا اپنا عمل ہے اس حد تک وہ کلام دیتا ہے، اس سے باہر نہیں دیتا۔ آنکھ دیکھ سکتی ہے، سن نہیں سکتی۔ کوئی شخص یہ چاہے کہ میں آنکھ سے سنوں تو وہ احمق ہے۔ کان سن سکتا ہے دیکھ نہیں سکتا۔ کوئی شخص یہ چاہے کہ کان سے میں دیکھنے کا کام لوں تو وہ بے وقوف ہے۔ اس واسطے کہ یہ اس کام کیلئے پیدا نہیں ہوا اور ایک حد ایسی آتی ہے جہاں نہ آنکھ کلام دے رہی ہے نہ کان کلام دے رہے ہیں نہ زبان کلام دے رہی ہے۔ اس موقع کیلئے اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی ہے کہ عقل انسان کی راہنمائی کرتی ہے۔

دیکھئے یہ کرسی ہمارے سامنے رکھی ہے، آنکھ سے دیکھ کر معلوم کیا کہ اس کے ہینڈل زرد رنگ کے ہیں، ہاتھ سے چھو کر معلوم کیا کہ یہ پکٹے ہیں۔ لیکن تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آیا خود بخود وجود میں آگئی یا کسی نے اس کو بنایا؟ تو وہ بنانے والا میرے آنکھوں کے سامنے نہیں ہے، اس واسطے میری آنکھ بھی اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی، میرا ہاتھ بھی اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا، اس موقع کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیسری چیز عطا فرمائی جس کا نام عقل ہے۔ عقل سے میں نے سوچا کہ یہ جو ہینڈل ہے، یہ بڑے قاعدے کا بنا ہوا ہے، یہ خود سے وجود میں نہیں آ سکتا، کسی بنانے والے نے اس کو بنایا ہے۔ یہ یہاں عقل نے میری راہنمائی کی ہے۔ لیکن ایک چوتھا سوال آگے چل کر یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کرسی کو کس کلام میں استعمال کرنا چاہیے، کس میں نہیں کرنا چاہیے؟ کہاں اس کو استعمال کرنے سے فائدہ ہو گا کہاں نقصان ہو گا؟ یہ سوال جو ہے اس سوال کا حل کرنے کے لئے عقل بھی ناکام ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک چوتھی چیز عطا فرمائی اور اس کا نام ہے وحی الہی۔ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے، وہ خیر



اور شر کا فیصلہ کرتی ہے، وہ نفع اور نقصان کا فیصلہ کرتی ہے۔ جو بتاتی ہے کہ اس چیز میں خیر ہے اس میں شر ہے، اس میں نفع ہے اس میں نقصان ہے۔ وحی آتی ہی اس مقام پر ہے جہاں انسان کی عقل کی پرواز ختم ہو جاتی ہے، لہذا جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آ جائے اور وہ اپنی عقل میں نہ آئے، سمجھ میں نہ آئے تو اس کی وجہ سے اس کو رد کرنا کہ صاحب میری تو عقل میں نہیں آ رہا، لہذا میں اس کو رد کرتا ہوں تو یہ درحقیقت اس عقل کی اور وحی الہی کی حقیقت ہی سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ اسے سمجھ میں اس لئے نہیں آ رہا کہ اگر سمجھ میں آتا تو وحی آنے کی ضرورت کیا تھی؟ وحی تو آئی ہی اس لئے کہ تم اپنی تنہا عقل کے ذریعہ اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے تمہاری مدد فرمائی تو اس واسطے اگر عقل سے خود بخود فیصلہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایک حکم نازل کر دیتے بس کہ ہم نے تمہیں عقل دی ہے، عقل کے مطابق جو چیز اچھی لگے وہ کرو اور جو بری لگے اس سے بچ جاؤ۔ نہ کسی کتاب کی ضرورت نہ کسی رسول کی ضرورت نہ کسی پیغمبر کی ضرورت نہ کسی مذہب اور دین کی ضرورت۔ عقل دی اور اس عقل کے مطابق کام کرو۔ جب اللہ نے اس عقل دینے کے باوجود اس پر اکتفا نہیں فرمایا، رسول بھیجے، کتابیں اتاریں، وحی بھیجی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تنہا عقل انسان کی راہنمائی کیلئے کافی نہیں تھی۔ اس کے بعد وحی الہی اس لئے آئی تو آج کل لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہمیں چونکہ اس کا فلسفہ سمجھ میں نہیں آیا، لہذا ہم نہیں مانتے تو وہ درحقیقت دین کی حقیقت ہی سے ناواقف ہیں، حقیقت سے جاہل ہیں۔ سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا اور عیسٰی سے ایک اور بات کا جواب مل جاتا ہے جو آج کل بڑی کثرت سے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے چاند پہ جانے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا، خلا کو فتح کرنے کا کوئی فارمولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتایا، یہ سب قومیں اس قسم کے فارمولے حاصل کر کے کہاں سے کہاں پہنچ گئیں اور ہم قرآن بغل میں رکھنے کے باوجود پیچھے رہ گئے، تو قرآن اور سنت نے یہ فارمولے کیوں نہیں بتائے؟

جواب اس کا یہی ہے کہ اس لئے نہیں بتایا کہ وہ چیز تمہارے عقل کے دائرے کی تھی، اپنی عقل سے اور اپنے تجربے اور اپنی محنت سے جتنا آگے بڑھو گے، اس کے اندر تمہیں انکشافات ہوتے چلے جائیں گے، وہ تمہارے عقل کے دائرے کی چیز تھی، عقل اس کا



اور اک کر سکتی تھی۔ اس واسطے اس کے لئے نبی بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی، اس کے لئے رسول بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی، اس کے لئے کتاب نازل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن کتاب اور رسول کی ضرورت تھی وہاں جہاں تمہاری عقل عاجز تھی جیسے کہ اینٹنی انٹرنیشنل والے آدمی کی عقل عاجز تھی کہ بنیادی حقوق اور آزادی تحریر و تقریر کے اوپر کیا پابندیاں ہونی چاہئیں، کیا نہیں ہونی چاہئیں۔ اس معاملے میں انسان کی عقل عاجز تھی اس کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ حق ہے انسان کا، جس کا تحفظ ضروری ہے اور فلاں حق ہے جس کے تحفظ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تو اس لئے پہلے یہ سمجھ لو کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانی حقوق کے سلسلے میں سب سے بڑا کنٹری بیوشن یہ ہے کہ انسانی حقوق کے تعین کی بنیاد فراہم فرمائی کہ کونسا انسانی حق پابندی کے قابل ہے اور کونسا نہیں۔ یہ بات اگر سمجھ میں آجائے تو اب سنئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حقوق انسان کو عطا فرمائے۔ کن حقوق کو ریگنائز (Recognize) کیا، کن حقوق کا تعین فرمایا اور پھر اس کے اوپر عمل کر کے دکھایا، ریگنائز (Recognize) کن حقوق کو کیا۔ اور آج کی دنیا میں ریگنائز کرنے والے تو بہت اور اس کا اعلان کرنے والے بہت، اس کے نعرے لگانے والے بہت، لیکن ان نعروں پر اور ان حقوق کے اوپر جب عمل کرنے کا سوال آجائے تو وہی ڈھنڈورچی، جو یہ کہتے ہیں کہ انسانی حقوق قابل تحفظ ہیں، جب ان کا اپنا معاملہ آجاتا ہے، اپنے مفاد سے ٹکراؤ پیدا ہو جاتا ہے، تو دیکھئے پھر انسانی حقوق کس طرح پامال ہوتے ہیں۔

انسانی حقوق کا ایک تقاضا یہ ہے کہ اکثریت کی حکومت ہونی چاہیے۔ جمہوریت، سیکولر ڈیموکریسی۔ آج امریکہ کی ایک کتاب دنیا بھر میں بہت مشہور ہو رہی ہے: ”دی اینڈ آف ہسٹری اینڈ دی لاسٹ مین“ آج کل کے سارے پڑھے لکھے لوگوں میں مقبول ہو رہی ہے، اس کی ساری تیسس یہ ہے کہ انسان کی ہسٹری کا خاتمہ وہ جمہوریت کے اوپر ہو گیا اور اب انسانیت کے عروج اور فلاح کے لئے کوئی نیا نظریہ وجود میں نہیں آئے گا۔ یعنی ختم نبوت پر ہم اور آپ یقین رکھتے ہیں، اب یہ ختم نظریات ہو گیا یہ کہ ڈیموکریسی کے بعد کوئی نظریہ انسانی فلاح کا وجود میں آنے والا نہیں ہے۔



ایک طرف تو یہ نعرہ ہے کہ اکثریت جو بات کہ دے وہ حق ہے، اس کو قبول کرو، اس کی بات مانو، لیکن وہی اکثریت اگر الجزاز میں کامیاب ہو جاتی ہے اور انتخابات میں نثریت حاصل کر لیتی ہے تو اسکے بعد جمہوریت باقی نہیں رہتی۔ پھر اس کا وجود جمہوریت کیلئے خطرہ بن جاتا ہے۔ تو نعرے لگا لینا اور بات ہے لیکن اس کے اوپر عمل کر کے دکھانا شکل ہے۔

یہ نعرے لگا لینا بہت اچھی بات ہے کہ سب انسانوں کو ان کے حقوق ملنے چاہئیں، ان کو آزادی اظہار رائے ہونی چاہیے اور لوگوں کو حق خود ارادی بلنا چاہیے اور یہ سب کچھ، لیکن جن لوگوں کا حق خود ارادی پامال کر کے ان کے سر سے لے کر پاؤں تک ان کو جبر و تشدد کی بجلی میں پیسا جا رہا ہے، ان کے بارے میں آواز اٹھاتے ہوئے زبان تھراتی ہے اور وہی جمہوریت اور آزادی کے مناد، منادی کرنے والے وہ ان کے خلاف کارروائیاں کرتے ہیں۔ تو بات صرف یہ نہیں ہے کہ زبان سے کہ دیا جائے کہ انسانی حقوق کیا ہیں؟ بات یہ ہے کہ جو بات زبان سے کہو اس کو کر کے دکھاؤ اور یہ کام کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے جو حق دیا اس پر عمل کر کے دکھایا۔

غزوہ بدر کا موقع ہے اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ اپنے والد ماجد کے ساتھ سفر کرتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے مدینہ منورہ جا رہے ہیں، راستے میں ابو جہل کے لشکر سے ٹکراؤ ہو جاتا ہے اور ابو جہل کا لشکر کہتا ہے ہم تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے نہیں دیں گے، اس لئے کہ تم جاؤ گے تو ہمارے خلاف ان کے لشکر میں شامل ہو گے، ہمارے خلاف جنگ کرو گے۔ یہ بیچارے پریشان ہوتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے جانا تھا اور انہوں نے روک لیا۔ آخر کار انہوں نے کہا اس شرط پر تمہیں چھوڑیں گے کہ ہم سے وعدہ کرو۔ اس بات کا وعدہ کرو کہ جاؤ گے اور جانے کے بعد ان کے لشکر میں شامل نہیں ہو گے، ہم سے جنگ نہیں کرو گے۔ اگر یہ وعدہ کرتے ہو تو ہم تمہیں چھوڑتے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ اور ان کے والد نے وعدہ کر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف زیارت کریں گے، ان کے لشکر میں شامل ہو کر آپ سے لڑیں گے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جب کفار کے ساتھ جنگ کا وقت آیا، اور کیسی جنگ؟ ایک ہزار مکہ مکرمہ کے مسلح سورا اور اس کے



مقابلے میں ۳۱۳ نئے، جن کے پاس ۸ تلواریں، دو گھوڑے، ستر اونٹ۔ ۸ تلواروں کے سوا تین سو تیرہ آدمیوں کے پاس اور تلوار بھی نہیں تھی، کسی نے لاشیٰ اٹھائی ہوئی ہے کسی نے پتھر اٹھایا ہوا ہے۔ اس موقع پر ایک ایک آدمی کی قیمت تھی، ایک ایک انسان کی قیمت تھی۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ یہ نئے آدمی آئے ہیں، آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں اور ان سے زبردستی معاہدہ کرایا گیا ہے، یہ وعدہ زبردستی لیا گیا کہ تم جنگ میں شامل نہیں ہو گے تو اس واسطے ان کو اجازت دے دیجئے کہ جہاد میں شامل ہو جائیں اور جہاد بھی کونسا؟ یوم الفرقان، جس کے اندر شامل ہونے والا ہر فرد بدری بن گیا، جس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے سارے گناہ اگلے چھپلے معاف فرمائے ہیں، اتنا بڑا غزوه ہو رہا ہے، حذیفہ بن یمانؓ چاہتے ہیں، دل مچل رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو جائیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب یہ ہے کہ نہیں، جو ابو جہل کے لشکر سے وعدہ کر کے آئے ہو کہ جنگ نہیں کرو گے تو مومن کا کام وعدہ کی خلاف ورزی نہیں ہے، لہذا تم اس جنگ میں شامل نہیں ہو سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں شامل ہونے سے روک دیا۔ یہ ہے کہ جب وقت پڑے، اس وقت انسان اصول کو نبھائے، یہ نہیں کہ زبان سے تو کہہ دیا کہ ہم انسانی حقوق کے علمبردار ہیں اور ہیروشیما اور ناگاساکی پر بے گناہ بچوں کو بے گناہ عورتوں کو تہہ و بالا کر دیا کہ ان کی نسلیں تک معذور پیدا ہو رہی ہیں اور جب جنگ کا اپنا وقت پڑ جائے تو اس میں کوئی اخلاق کوئی کردار دیکھنے والا نہ ہو۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق بتائے بھی اور عمل کر کے بھی دکھایا۔ کیا حقوق؟ اب سنئے:

انسانی حقوق میں سے سب سے پہلا حق انسان کی جان کا حق ہے۔ ہر انسان کی جان کا تحفظ انسان کا بنیادی حق ہے کہ کوئی اس کی جان پر دست درازی نہ کرے: لا تقتلوا النفس التي حرم اللہ الا بالحق کسی بھی جان کے اوپر دست درازی نہیں کی جا سکتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیدیا اور کیا حکم دیدیا کہ جنگ میں جارہے ہو، کفار سے مقابلہ ہے، دشمن سے مقابلہ ہے اس حالت میں بھی تمہیں کسی بچے پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں، کسی عورت پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں، بوڑھے پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت



نہیں۔ عین جملہ کے موقع پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ یہ پابندی ایسی نہیں ہے کہ صرف زبانی جمع خرچ ہو، جیسا کہ میں نے ابھی بتایا کہ صاحب زبانی طور پر تو کہہ دیا اور تمس نس کر دیا سارے بچوں کو بھی اور عورتوں کو بھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرام نے اس پر عمل کر دکھایا۔ ان کا ہاتھ کسی عورت پر نہیں اٹھا، ان کا ہاتھ کسی بچے پر نہیں اٹھا، ان کا ہاتھ کسی بوڑھے پر نہیں اٹھا، عمل کر کے دکھایا۔ یہ ہے جان کا تحفظ۔

مال کا تحفظ انسان کا دوسرا بنیادی حق ہے: لا ناکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ باطل کے ساتھ ناحق طریقے سے کسی کا مال نہ کھاؤ۔ اس پر عمل کر کے کیسے دکھایا؟ یہ نہیں ہے کہ تاویل کر کے توجیہ کر کے مال کھا گئے کہ جب تک اپنے مفادات وابستہ تھے اس وقت تک بڑی دیانت تھی بڑی امانت تھی، لیکن جب معاملہ جنگ کا آگیا، دشمنی ہو گئی تو اب یہ ہے کہ صاحب تمہارے اکاؤٹس منجھ کر دیے جائیں گے، تمہارے اکاؤٹس فریز کر دیے جائیں گے، جب مقابلہ ہو گیا تو اس وقت میں حقوق انسانی غائب ہو گئے۔ اب مال کا تحفظ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مثال پیش کی وہ عرض کرتا ہوں۔ غزوہ خیبر ہے، یہودیوں کیساتھ لڑائی ہو رہی ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ خیبر کے اوپر حملہ آور ہیں اور اس خیبر کے گرد محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آرمی پڑی ہوئی ہے خیبر کے قلعہ کے ارد گرد، خیبر کے اندر ایک بے چارا چھوٹا سا چرواہا جو اجرت پر بکریاں چرایا کرتا تھا، اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ خیبر سے باہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر پڑا ہوا ہے تو جا کر دیکھوں تو سہی، آپ کا نام تو بہت سنا ہے ”محمد“ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا کہتے ہیں اور کیسے آدمی ہیں؟ بکریاں لے کر خیبر کے قلعے سے نکلا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہوا۔ کسی سے پوچھا کہ بھائی محمد کہاں ہیں؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں خیمے کے اندر ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے یقین نہیں آیا کہ اس خیمے کے اندر، یہ کھجور کا معمولی سا خیمہ جھونپڑی، اس میں اتنا بڑا سردار، اتنا بڑا نبی وہ اس خیمے کے اندر ہے؟ لیکن جب لوگوں نے بار بار کہا تو اس میں چلا گیا۔ اب جب داخل ہوا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، جا کر کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟ آپ کا پیغام کیا ہے؟ آپ



نے مختصراً بتایا، توحید کے عقیدے کی وضاحت فرمائی۔ کہنے لگا اگر میں آپ کے اس پیغام کو قبول کر لوں تو میرا کیا مقام ہو گا؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تمہیں سینے سے لگائیں گے، تم ہمارے بھائی ہو جاؤ گے اور جو حقوق دوسروں کو حاصل ہیں، وہ تمہیں بھی حاصل ہوں گے۔ کہنے لگا آپ مجھ سے ایسی بات کرتے ہیں، مذاق کرتے ہیں ایک کالا بجنگ چرواہا سیاہ فام، میرے بدن سے بدبو اٹھ رہی ہے، اس حالت کے اندر آپ مجھے سینے سے لگائیں گے، فرمایا کہ ہاں ہم تمہیں سینے سے لگائیں گے۔ کہا اگر آپ مجھے سینے سے لگائیں گے اور یہاں تو مجھے دھکارا جاتا ہے، میرے ساتھ اہانت آمیز برتاؤ کیا جاتا ہے تو آپ یہ جو مجھے سینے سے لگائیں گے تو کس وجہ سے لگائیں گے؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی مخلوق اللہ کی نگاہ میں سب بندے برابر ہیں، اس واسطے ہم تمہیں سینے سے لگائیں گے۔ کہا کہ اگر میں آپ کی بات مان لوں مسلمان ہو جاؤں، تو میرا انجام کیا ہوگا۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اسی جنگ کے اندر مر گئے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تمہاری اس چہرے کی سیاہی کو تابانی سے بدل دیگا اور تمہارے جسم کی بدبو کو خوشبو سے بدل دیگا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا، اس اللہ کے بندے کے دل پر اثر ہوا کہ اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمدنا رسول اللہ، عرض کیا میں مسلمان ہو گیا، اب جو حکم آپ دیں وہ کرنے کو تیار ہوں۔ سنئے! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا حکم اس کو کیا دیا؟ یہ نہیں دیا کہ نماز پڑھو، یہ نہیں دیا کہ روزہ رکھو، پہلا حکم یہ دیا کہ جو کسی کی بکریاں تم چرانے کیلئے لے کر آئے ہو یہ تمہارے پاس امانت ہیں، پہلے ان بکریوں کو واپس دے کر آؤ اور اس کے بعد آکر پوچھنا کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ بکریاں کس کی؟ یہودیوں کی، جن کے اوپر حملہ آور ہیں، جن کے ساتھ جنگ چھڑی ہوئی ہے، جن کا مال غنیمت چھینا جا رہا ہے، لیکن فرمایا کہ یہ مال غنیمت جنگ کی حالت میں چھیننا تو جائز تھا لیکن تم لے کر آئے ہو ایک معاہدہ کے تحت۔ اور اس معاہدے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے مال کا تحفظ معاہدے کا تحفظ کیا جائے، یہ ان کا حق ہے، لہذا ان کو پہنچا کر آؤ۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ بکریاں تو ان دشمنوں کی ہیں جو آپ کے خون کے پیاسے ہوئے ہیں اور پھر آپ واپس لوٹتے ہیں، فرمایا کہ ہاں! پہلے ان کو واپس لوٹاؤ۔ چنانچہ بکریاں واپس لوٹائی گئیں۔ کوئی



مثال پیش کرے گا کہ عین میدان جنگ میں عین حالت جنگ کے اندر انسانی مال کے تحفظ کا حق ادا کیا جا رہا ہو؟ جب بکریاں واپس کر دیں، تو عرض کیا اب کیا کروں؟ فرمایا کہ نہ تو نماز کا وقت ہے کہ تمہیں نماز پڑھاؤں، نہ رمضان کا مہینہ ہے کہ روزے رکھاؤں، نہ تمہارے پاس مال ہے کہ زکوٰۃ دلاؤں۔ ایک ہی عبادت اس وقت ہو رہی ہے جو کہ تمہارے چھاؤں کے نیچے ادا کی جاتی ہے وہ ہے جہاد، اس میں شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اس میں شامل ہو گیا، اس کا اسود راعی نام آتا ہے۔ جب جہاد ختم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد دیکھنے جایا کرتے تھے کہ کون زخمی ہوا، کون شہید ہوا، تو دیکھا کہ ایک جگہ صحابہ کرام کا مجمع لگا ہوا ہے۔ آپس میں صحابہ پوچھ رہے ہیں کہ یہ کون آدمی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا معاملہ ہے تو صحابہ کرام نے بتلایا کہ یہ ایسے شخص کی لاش ملی ہے کہ جس کو ہم میں سے کوئی پہچانتا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب پہنچ کر دیکھا اور فرمایا تم نہیں پہنچاتے، میں پہچانتا ہوں اور میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو جنت الفردوس کے اندر کوثر و تسنیم سے غسل دیا ہے اور اس کے چہرے کی سیاہی کو تابلی سے بدل دیا ہے، اس کے جسم کی بدبو کو خوشبو سے تبدیل فرما دیا ہے۔ یہ بت کہ مال کا تحفظ ہو، محض کہہ دینے کی بات نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا۔ کافر کے مال کا تحفظ دشمن کے مال کا تحفظ، جو معاملے کے تحت ہو۔ یہ مال کا تحفظ ہے۔

تیسرا انسان کا بنیادی حق یہ ہے کہ اس کی آبرو محفوظ ہو۔ آبرو کی تحفظ کا نعرہ لگانے والے بہت ہیں، لیکن یہ پہلی بار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ انسان کی آبرو کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ پیٹھ پیچھے اس کی برائی نہ کی جائے، غیبت نہ کی جائے۔ آج بنیادی حقوق کا نعرہ لگانے والے بہت، لیکن کوئی اس بات کا اہتمام کرے کہ کسی کا پیٹھ کے پیچھے ذکر برائی سے نہ کیا جائے، غیبت کرنا بھی حرام، غیبت سنتا بھی حرام اور فرمایا کہ کسی انسان کے دل کو نہ توڑا جائے۔ یہ انسان کیلئے گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ شریف ہ لوائے فرما رہے ہیں، طواف کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بیت اللہ تو کتنا مقدس ہے، کتنا مکرم کتنا معظم ہے، یہ الفاظ فرمائے پھر عبداللہ بن مسعودؓ سے



خطاب کر کے فرمایا کہ اے عبداللہ! یہ کعبت اللہ بڑا مقدس بڑا مکرم بڑا معظم ہے، لیکن اس کائنات میں ایک چیز ایسی ہے کہ اس کا تقدس اس کعبت اللہ سے بھی زیادہ ہے اور وہ چیز کیا؟ ایک مسلمان کی جان مال اور آبرو کہ اس کا تقدس کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔ اگر کوئی شخص دوسرے کی جان پر مال پر آبرو پر ناحق حملہ آور ہوتا ہے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ کعبہ کے ڈھا دینے سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق دیا۔

جو انسان کے بنیادی حقوق ہیں وہ ہیں جان مال اور آبرو، ان کا تحفظ ضروری ہے۔ پھر انسان کو دنیا میں جینے کیلئے معاش کی ضرورت ہے، روزگار کی ضرورت ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا کسب معاش کا تحفظ۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کا جو حق بتایا، کہا کسی انسان کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنی دولت کے بل بوتے پر دوسروں کیلئے معاش کے دروازے بند کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول بیان فرمایا۔ ایک طرف تو یہ فرمایا، جس کو کہتے ہیں فریڈم آف کنٹریکٹ۔ معاہدے کی آزادی جو چاہے معاہدہ کرو، لیکن فرمایا کہ ہر وہ معاہدہ جس کے نتیجے میں معاشرے کے اوپر خرابی واقع ہوتی ہو، ہر وہ معاہدہ جس کے نتیجے میں دوسرے آدمی پر رزق کا دروازہ بند ہوتا ہو وہ حرام ہے، فرمایا لا بیع حاضر لباد کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔ ایک آدمی دیہات سے مال لے کر آیا مثلاً "زرعی پیداوار" ترکاریاں لے کر آیا شہر میں فروخت کرنے کیلئے تو فرمایا کہ شہری اس کا آڑھتی نہ بنے، اس کا وکیل نہ بنے۔ بھائی کیا حرج ہے اگر دو آدمیوں کے درمیان آپس میں معاہدہ ہوتا ہے کہ میں تمہارا مال فروخت کروں گا، تمہارے سے اجرت لوں گا تو اس میں کیا حرج ہے؟ لیکن نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلایا کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جو شہری ہے، وہ جب مال لے کر بیٹھ جائے گا تو احتکار کرے گا اور بازار کے اوپر اپنی موٹاپلی قائم کرے گا، اجارہ داری قائم کرے گا۔ اس اجارہ داری قائم کرنے کے نتیجے میں دوسرے لوگوں پر معیشت کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ اس واسطے فرمایا: لا بیع حاضر لباد۔ تو کسب معاش کا حق ہر انسان کا ہے کہ کوئی بھی شخص وہ اپنی دولت کے بل بوتے پر دوسرے کیلئے معیشت کے دروازے بند نہ کرے۔ یہ نہیں کہ سود کھا کھا کر، قمار کھیل کھیل کر، گیمبلنگ کر کر کے، سٹ کھیل کھیل کر آدمی نے



اپنے لئے دولت کے انبار جمع کر لئے اور دولت کے انباروں کے ذریعے سے وہ پورے بازار کے اوپر قابض ہو گیا، کوئی دوسرا آدمی اگر کسب معاش کیلئے داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے دروازے بند ہیں۔ یہ نہیں، بلکہ کسب معاش کا تحفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کا بنیادی حق قرار دیا اور فرمایا: دعوا الناس بربق اللہ، بمعظم بعض لوگوں کو چھوڑ دو کہ اللہ ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے رزق عطا فرمائیں گے۔ یہ کسب معاش کا تحفظ ہے۔ جتنے میں حقوق عرض کر رہا ہوں، یہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمائے اور متعین فرمانے کے ساتھ ساتھ ان پر عمل بھی کر کے دکھایا۔

عقیدے اور دیانت کے اختیار کرنے کا تحفظ، کہ اگر کوئی شخص کوئی عقیدہ اختیار کئے ہوئے ہے تو اس کے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے کہ کوئی زبردستی جا کر مجبور کر کے اسے دوسرا دین اختیار کرنے پر مجبور کرے: لا اکراه فی الدین دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ دین کے اندر کوئی جبر نہیں۔ اگر ایک عیسائی ہے تو عیسائی رہے، ایک یہودی ہے تو یہودی رہے، قانوناً اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔ اس کو تبلیغ کی جائے گی دعوت دی جائے گی، اس کو حقیقت حال سمجھانے کی کوشش کی جائے گی، لیکن اس کے اوپر یہ پابندی نہیں ہے کہ زبردستی اس کو اسلام میں داخل کیا جائے۔ ہاں البتہ اگر ایک مرتبہ اسلام میں داخل ہو گیا اور اسلام میں داخل ہو کر اسلام کے محاسن اس کے سامنے آ گئے، تو اب اس کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ دارالاسلام میں رہتے ہوئے وہ اس دین کو برملا چھوڑ کر ارتداد کا راستہ اختیار کرے۔ اس واسطے کہ اگر وہ ارتداد کا راستہ اختیار کرے گا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ معاشرے میں فساد پھیلانے کا اور فساد کا علاج آپریشن ہوتا ہے، لہذا اس فساد کا آپریشن کر دیا جائے گا اور معاشرے میں اس کو فساد پھیلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کبھی عقل میں بات آئے یا نہ آئے، کسی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، میں پہلے کہ چکا ہوں ان معاملات کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنیاد فراہم فرمائی ہے۔ حق وہ ہے جسے اللہ مانے، حق وہ ہے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانیں، اس سے باہر حق نہیں ہے۔ اس لئے ہر شخص عقیدے کو اختیار کرنے میں شروع میں آزاد ہے، ورنہ اگر یہ حکم نہ ہوتا، مرتد ہونے کی سزا کا حکم نہ ہوتا، مرتد ہونا جرم نہ ہوتا تو اسلام کے دشمن اسلام کو بازپہ اطفال بنا کر دکھلاتے۔ کتنے لوگ تماشاً دکھانے کیلئے اسلام میں داخل ہوتے اور نکلتے؟



قرآن کریم میں ہے لوگ یہ کہتے ہیں صبح کو اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شام کو کافر ہو جاؤ تو یہ تماشا بنا دیا گیا ہوتا۔ اس واسطے دارالاسلام میں رہتے ہوئے ارتداد کی گنجائش نہیں دی جائے گی، اگر واقعتاً دیانت داری سے تمہارا کوئی عقیدہ ہے تو پھر دارالاسلام سے باہر جاؤ، باہر جا کر جو چاہو کرو، لیکن دارالاسلام میں رہتے ہوئے فساد پھیلانے کی اجازت نہیں۔

تو غرض موضوع تو بڑا طویل ہے لیکن پانچ مثالیں میں نے آپ حضرات کے سامنے پیش کی ہیں: (۱) جان کا تحفظ (۲) مال کا تحفظ (۳) آبرو کا تحفظ (۴) عقیدے کا تحفظ (۵) کسب معاش کا تحفظ۔ یہ انسان کی پانچ بنیادی ضروریات ہیں۔ یہ پانچ مثالیں میں نے پیش کیں، لیکن ان پانچ مثالوں میں جو بنیادی بات غور کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ کتنے والے تو اس کے بست ہیں، لیکن اس کے اوپر عمل کر کے دکھانے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کا واقعہ ہے کہ بیت المقدس میں غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس لئے کہ ان کے جان و مال آبرو کا تحفظ کیا جائے، تو ایک موقعہ پر ضرورت پیش آئی بیت المقدس سے فوج بلا کر کسی اور محاذ پر بھیجنے کی۔ زبردست ضرورت داعی تھی۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ بھائی بیت المقدس میں جو کافر رہتے ہیں، ہم نے ان کے تحفظ کی ذمہ داری لی ہے۔ اگر فوج کو یہاں سے ہٹالیں گے تو ان کا تحفظ کون کریگا؟ ہم نے ان سے اس کام کیلئے جزیہ لیا ہے، لیکن ضرورت بھی شدید ہے تو سارے غیر مسلموں کو بلا کر کہا کہ بھائی ہم نے تمہاری ذمہ داری لی تھی، اس کی خاطر تم سے یہ ٹیکس بھی وصول کیا تھا، اب ہمیں ضرورت شدید پیش آگئی ہے، جس کی وجہ سے ہم تمہارا تحفظ کما حقہ نہیں کر سکتے اور فوج کو یہاں نہیں رکھ سکتے، لہذا فوج کو ہم دوسری جگہ ضرورت کی خاطر بھیج رہے ہیں تو جو ٹیکس تم سے لیا گیا تھا وہ سارا تم کو واپس کیا جاتا ہے۔ یوں ذمہ داری ادا کی جا رہی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں جن پر کتنے والے ظالموں نے کیسے کیسے بہتانوں کی بارش کی ہے، ان کا واقعہ ابوداؤد میں موجود ہے کہ روم کے ساتھ لڑائی کے دوران معاہدہ ہو گیا، جنگ بندی ہو گئی، ایک خاص تاریخ تک یہ طے ہو گیا کہ سیز فار رہے گا جنگ بندی رہے گی، کوئی آپس میں ایک دوسرے پر حملہ نہیں کرے گا۔ حضرت معاویہ بڑے دانش مند بزرگ تھے، انہوں نے یہ سوچا کہ جس تاریخ کو معاہدہ ختم ہو رہا ہے، اس



تاریخ کو فوجیں لے جا کر سرحد کے پاس ڈال دیں کہ ادھر آفتاب غروب ہو گا اور تاریخ بدلے گی، ادھر حملہ کر دیں گے، کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ دشمن کو یہ خیال ہو گا کہ جب جنگ بندی کی مدت ختم ہو گی، کہیں دور سے چلیں گے، چلنے کے بعد یہاں پہنچیں گے تو وقت لگے گا تو اس واسطے انہوں نے سوچا کہ پہلے فوج لے جا کے ڈال دیں۔ چنانچہ وہاں فوج لے جا کر ڈال دی اور ادھر اس تاریخ کا آفتاب غروب ہوا جو جنگ بندی کی تاریخ تھی اور ادھر انہوں نے حملہ کر دیا، روم کے اوپر یلغار کر دی اور وہ بے خبر اور غافل تھے، اس واسطے بت تیزی کے ساتھ فتح کرتے چلے گئے، زمین کی زمین خطے کے خطے فتح ہو رہے ہیں۔ جاتے جاتے جب آگے بڑھ رہے ہیں تو پیچھے سے دیکھا گھوڑے پر ایک شخص سوار دور سے سرپٹ دوڑا چلا آ رہا ہے اور آواز لگا رہا ہے: قفوا عباد اللہ! قفوا عباد اللہ! اللہ کے بندو رکو! اللہ کے بندو رکو! حضرت معاویہؓ رک گئے، دیکھا کون ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت عمرو بن عبد رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمرو بن عبد رضی اللہ عنہ نے فرمایا وفاء لا عند مومن کا شیوہ وفا داری ہے غداری نہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں نے تو کوئی غداری نہیں کی۔ جنگ بندی کی مدت ختم ہونے کے بعد حملہ کیا تو حضرت عمرو بن عبد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ان کانوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: من کان بینہ و بین قوم عہد فلا یحلنہ ولا یشد نہ حتی یمضی امده او ینبذہ علی سواہ کہ جب کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو تو اس معاہدے کے اندر کوئی ذرا سا بھی تغیر نہ کرے، نہ کھولے نہ پابندھے، یہاں تک کہ اس کی مدت نہ گزر جائے اور یا ان کے سامنے کھل کر بیان نہ کر دے کہ آج سے ہم تمہارے معاہدے کے پابند نہیں ہیں۔ اور آپ نے معاہدہ کے دوران سر پر فوجیں لا کر ڈال دیں اور شاید اندر بھی تھوڑا بہت گھس گئے ہوں تو اس واسطے آپ نے یہ معاہدے کی خلاف ورزی کی اور یہ جو آپ نے علاقہ فتح کیا ہے یہ اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہے۔ اب اندازہ لگائیے حضرت معاویہؓ فتح کے نشے میں جا رہے ہیں، علاقے کے علاقے فتح ہو رہے ہیں، لیکن جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنا ساری فوج کیلئے حکم جاری کر دیا کہ ساری فوج واپس لوٹ جائے اور یہ مفتوحہ علاقہ خالی کر دیا جائے۔ چنانچہ پورا مفتوحہ علاقہ خالی کر دیا۔ دنیا کی تاریخ اس کی مثال نہیں پیش کر سکتی کہ کسی فاتح نے اپنے مفتوحہ علاقے کو اس وجہ سے خالی کیا ہو کہ اس میں معاہدے کی پابندی



کے اندر ذرا سی اوجھ رہ گئی تھی، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، انہوں نے یہ کر کے دکھایا۔

بات تو جتنی بھی طویل کی جائے ختم نہیں ہو سکتی، لیکن خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق کی بنیادیں فراہم کی ہیں کہ کون انسانی حقوق کا تعین کرے گا کون نہیں کرے گا۔ دوسری بات یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقوق بیان فرمائے ان پر عمل کر کے دکھایا۔ حقوق ہی وہ متعین کئے گئے جن پر عمل کیا جائے، کہنے کیلئے نہیں۔

آج کہنے کیلئے ہیومن رائٹس کے بڑے شاندار چارٹر چھاپ کر دنیا بھر میں تقسیم کر دیے گئے کہ جی یہ ہیومن رائٹس چارٹر ہیں، لیکن یہ ہیومن رائٹس چارٹر کے بنانے والے اپنے مفادات کی خاطر مسافر بردار طیارہ، جس میں بے گناہ افراد سفر کر رہے ہیں، اس کو گرا دیں، اس میں ان کو کوئی باک نہیں ہوتا اور مظلوموں کے اوپر مزید ظلم و ستم کے سنبھلنے کے جائیں، اس میں کوئی باک نہیں ہوتا۔ ہیومن رائٹس اسی جگہ پر مجروح ہوتے نظر آتے ہیں جہاں اپنے مفادات کے اوپر کوئی زد پڑتی ہو اور جہاں اپنے مفادات کے خلاف ہو تو وہاں ہیومن رائٹس کا کوئی تصور نہیں آتا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہیومن رائٹس کے قائل نہیں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں اس حقیقت کو صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ جو باطل پروپیگنڈہ ہے اس کی حقیقت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ یاد رکھیے کہ بعض لوگ اس پروپیگنڈے سے مرعوب ہو کر مغلوب ہو کر یہ معذرت خواہانہ انداز ہاتھ جوڑ کر یہ کہتے ہیں کہ نہیں صاحب! ہمارے ہاں تو یہ بات نہیں ہے، ہمارے ہاں تو اسلام نے فلاں حق دیا ہے اور اس کام کیلئے قرآن کو سنت کو توڑ مروڑ کر کسی نہ کسی طرح ان کی مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں، تو یاد رکھیے ولن ترضی عنک الیہود ولا النصارى حتى تتبع ملتہم۔ قل ان ہدی اللہ ہو الہدی جب تک اس پر نہیں آجائو گے، اس اعتماد کے اوپر نہیں آجائو گے کہ کتنا ہی کوئی اعتراض کرے، لیکن ہدایت تو وہی ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عطا فرمائی، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، کبھی ان نعروں سے مرعوب نہ ہوں، کبھی ان نعروں سے مغلوب نہ ہوں، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



میر و سنز  
مدیر اعلیٰ کے قلم سے

## صومالیہ! مشرقی افریقہ کا افغانستان

سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کیونزم کے آثار و پود بکھرے تو اس عمل سے صومالیہ بھی متاثر ہوا جو افریقہ کا ایک مسلمان ملک ہے۔ آبادی ایک کروڑ سے زائد بیان کی جاتی ہے اور یہ ملک کئی اعتبار سے افغانستان سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی کہ صومالیہ مشرقی افریقہ میں داخلہ کا دروازہ ہے اور اس کی بندرگاہ مونا دیشو کو علاقہ میں کلیدی حیثیت حاصل ہے اور اس طور پر بھی کہ آبادی کی غالب اکثریت مسلمان ہے، جس کی اسلام کے ساتھ وابستگی اس قدر گہری ہے کہ مسیحی تبلیغ کے مشنری ادارے اس خطہ کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں واضح ناکامی محسوس کرتے ہوئے اپنے کئی مشن بند کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ پھر افغانستان کی طرح صومالیہ کا معاشرہ بھی قبائلی طرز کا ہے، جن کی باہمی کشمکش بسا اوقات خانہ جنگی کی افسوسناک صورت اختیار کر لیتی ہے اور سب سے بڑھ کر صومالیہ کے علما بھی ”بہتھیار آشنا“ ہیں اور حالیہ کشمکش میں ان کے کئی مسلح گروپ برسریں پیکار ہیں۔

صومالیہ غلامی کے دور میں تین حصوں میں تقسیم تھا: ایک پر برطانیہ کی عملداری تھی، دوسرا حصہ فرانس کے قبضہ میں تھا اور تیسرے پر اٹلی کی آقائی کا پرچم لہا رہا تھا۔ آزادی کے بعد برطانوی اور اطالوی صومالی لینڈ نے مشترکہ جمہوریت قائم کر لی جب کہ فرانسیسی صومالیہ بدستور الگ حیثیت رکھتا ہے۔ صومالیہ کا اکثر علاقہ بنجر ہے، کچھ حصہ کاشت ہوتا ہے، کیلا زیادہ پیدا ہوتا ہے، مویشیوں اور کھالوں کی تجارت بھی ہوتی ہے اور اب کچھ



معنی ذخائر اور تیل کا سراغ لگا ہے جو ابھی تحقیقی و تجزیہ کے مراحل میں ہیں۔

جمہد افغانستان کے ہاتھوں سوویت یونین کی پسپائی کے وقت صومالیہ پر سید بارے کی حکومت تھی، جو بامیں بازو کے لیڈر اور مشرقی افریقہ میں روسی مفادات کے نمائندہ کے طور پر متعارف ہیں۔ کلمہ جب تک مضبوط رہا، ان کی حکمرانی کا سکہ چلنا رہا، مگر سوویت یونین کے منظر سے ہٹ جانے کے بعد سید بارے کے لیے بھی اقتدار کو برقرار رکھنا مشکل ہو گیا اور صومالیہ خانہ جنگی کی راہ پر چل پڑا۔ خانہ جنگی میں ان کی فوج کے ایک بڑے افسر جنرل محمد فرح عدید اور علی محمد نے قوت پکڑی اور اقتدار کی کشمکش نے قبائلی خانہ جنگی کی صورت اختیار کر لی۔ خانہ جنگی نے ملک کی تھوڑی بہت پیداوار کو بھی متاثر کیا اور قحط سالی اور بھوک نے صومالیہ کو لپیٹ میں لے لیا، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تین لاکھ کے لگ بھگ افراد اس خانہ جنگی اور قحط کی بھیڑ چڑھ گئے ہیں۔

اقوام متحدہ نے صومالیہ کے عوام کو خانہ جنگی اور قحط کے اثرات سے بچانے کے لیے مداخلت کا فیصلہ کیا اور مشترکہ فوج وہاں اتاری، جس میں پاکستانی فوج کے دستے بھی شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کی فوج کو صومالیہ میں جنرل فرح عدید کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کا گروپ اس خانہ جنگی میں سب سے بڑے اور طاقتور گروپ کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ پاکستان کے فوجی دستوں سے بھی اس گروپ کی جھڑپ ہو چکی ہے، جس کے نتیجے میں طرفین کے متعدد افراد جان بحق ہوئے ہیں۔ جنرل فرح عدید نے اقوام متحدہ کی فوج کی آمد کو صومالیہ کے معاملات میں امریکی مداخلت قرار دیتے ہوئے اس کی مزاحمت کی اور حالات پر اپنی گرفت قائم رکھنے میں کامیاب رہے، حتیٰ کہ اب امریکہ ان کا وجود تسلیم کرتے ہوئے مذاکرات کی میز پر ان سے مفاہمت کے لیے پیش رفت کر رہا ہے۔ اس دوران میں صومالیہ کے مذہبی گروپ بھی متحد ہو گئے، جو اس سے قبل الگ الگ متحرک تھے۔ یہ بھی مسلح کشمکش میں شریک ہیں اور اپنی پوزیشن کو بہتر بنانے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ ان کا ہدف یہ ہے کہ صومالیہ کو ایک اسلامی نظریاتی ریاست کی حیثیت دی جائے، جبکہ جنرل فرح عدید ایک سیکولر اور قوم پرست راہ نما ہیں۔ صومالیہ کے مذہبی گروپوں کا موقف یہ ہے کہ اس صورت حال میں پاکستانی فوج کے دستوں کا وہاں بھیجا جانا درست نہیں ہے، بالخصوص ایسے حالات میں



کہ پاک فوج کو صومالیہ کے مختلف گردپوں کے ساتھ تصادم کے لیے بقول ان کے ایک ایسی حکمت عملی کے تحت استعمال کیا جا رہا ہے جس سے پاکستان کے بارے میں صومالیہ اور افریقہ کے مسلمانوں کا محبت و اعتماد کا رشتہ کمزور ہو رہا ہے اور پاکستان کے بارے میں شکوک و شبہات جنم لے رہے ہیں۔ صومالیہ کے علما اور دینی راہ نماؤں نے اس سلسلہ میں پاکستان کی دینی جماعتوں کے قائدین کو پیغامات بھجوائے اور خطوط ارسال کیے کہ ان کے موقف سے آگاہی حاصل کی جائے اور ان کی مشکلات کو کم کرنے میں تعاون کیا جائے۔

اس پس منظر میں ۱۹ نومبر ۱۹۶۳ء کو جناب مجیب الرحمن شامی مدیر زندگی لاہور، مولانا عبدالرؤف ملک سیکرٹری جنرل متحدہ علما کونسل اور مولانا محمد مسعود اظہر سیکرٹری جنرل حریت الانصار کے ہمراہ نیروبی جانے کا اتفاق ہوا، جہاں ہمارا قیام تین روز تک رہا۔ نیروبی مشرقی افریقہ کے ملک کینیا کا دار الحکومت ہے جو صومالیہ کے جنوب میں واقع ہے اور صومالیہ کے داخلی حالات مخدوش ہونے کے باعث وہاں سے رابطہ کے لیے قریب ترین مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ کینیا ہمارے ہاں چائے کے حوالہ سے متعارف ہے، کیونکہ وہاں کی سب سے بڑی پیداوار چائے ہے اور کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں استعمال ہونے والی کل چائے کا پچاس فی صد کے لگ بھگ حصہ کینیا سے آتا ہے۔ خط استوا کے قریب ہونے کی وجہ سے دن اور رات کا تناسب تقریباً سارا سال یکساں رہتا ہے اور سورج کے طلوع و غروب کے اوقات میں زیادہ فرق نہیں پڑتا، مگر سطح سمندر سے بلندی پر ہونے کے باعث گرمی زیادہ نہیں پڑتی، معتدل موسم رہتا ہے اور بارش بھی اکثر ہوتی رہتی ہے۔ اس لحاظ سے نیروبی کا موسم پسند آیا کیونکہ موسم کا سارا سال اعتدال میں رہنا اور دن رات کے اوقات کا توازن بھی قائم رہنا اس سے قبل کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔

کینیا کی آبادی دو کروڑ کے قریب ہے، جس میں مسلمانوں کا تناسب تیس فی صد بیان کیا جاتا ہے۔ انڈیا اور پاکستان سے آکر بس جانے والے مسلمانوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ نیروبی کے وسط میں مغل طرز تعمیر کی جامع مسجد دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ وسیع مسجد ۱۹۲۵ء میں تعمیر ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ایک بڑا اسلامک سنٹر ہے، جہاں مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور تعلیم کے امور کی نگرانی کی جاتی ہے۔ وہیں فیصل آباد کے مولانا مطیع الرسول سے



ملاقات ہوئی جو حضرت الیڈ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے شاگرد ہیں اور ایک عرصہ سے نیروبی میں مقیم ہیں، بلکہ اب تو وہاں کے شہری ہیں اور مسلمانوں کی دینی تعلیم، دعوت اسلام اور نوجوانوں کے فلاحی امور کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں۔ نیروبی سے باہر بھی ایک تعلیمی ادارہ انہوں نے قائم کر رکھا ہے جو اپنے مقاصد کی طرف کامیابی کے ساتھ گامزن ہے۔ وقت کی کمی کے باعث وہ ادارہ نہ دیکھا جاسکا، مگر اس کی کارکردگی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے بے حد مسرت ہوئی۔

کینیا بھی ہماری طرح برطانوی استعمار کی نو آبادی رہا ہے، اس لیے بودوباش اور عام طرز زندگی میں کچھ زیادہ فرق محسوس نہیں ہوا، البتہ عام زندگی اور دفتری زندگی میں نظم کی صورت حال ہم سے بہتر نظر آئی۔ کینیا کا سکہ شلنگ کہلاتا ہے۔ جس روز ہم وہاں پہنچے، نیروبی ایئر پورٹ پر کرنسی کے تبادلہ میں ایک امریکی ڈالر کے عوض ۶۵ شلنگ ملے۔ گویا پاکستانی روپے کے مقابلہ میں کینیا کا شلنگ تقریباً نصف قیمت کا حامل ہے۔ پہلی رات ہمیں وسط شہر کے امیسڈر ہوٹل میں ٹھہرنا پڑا، جس کا کرایہ پینتالیس ڈالر فی کمرہ تھا، مگر دوسرے روز اپنے میزبانوں کے ساتھ رابطہ و ملاقات کی سہولت کے پیش نظر ملیمانی روڈ کے ہرن کورٹ ہوٹل میں منتقل ہو گئے، جس کا کرایہ ۱۳ ڈالر فی کمرہ تھا۔ ہوٹل کچھ زیادہ معیاری نہ تھا، مگر میزبانوں کے ساتھ رابطہ کی سہولت کے باعث ہم بقیہ دو دن وہیں ٹھہرے۔ اس ہوٹل میں ایک پاکستانی نوجوان سے ملاقات ہوئی جو کافی دنوں سے وہاں قیام پذیر تھا۔ اس نے اپنے قیام کا مقصد کاروبار بتایا، مگر معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ اور پاکستانی نوجوان بھی ہیں جو بہت دنوں سے اس قسم کے ہوٹلوں میں مقیم ہیں۔ یہ وہ نوجوان ہیں جو امریکہ اور یورپ جانے کے شوق میں ٹریول ایجنٹوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں، جو انہیں مختلف راستوں سے منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے فن کا کمال دکھاتے ہیں۔ میں اس قسم کے نوجوان بڑی تعداد میں استنبول اور تاشقند میں بھی دیکھ چکا ہوں۔ ان میں سے بہت سے نوجوانوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ ایجنٹ اپنے پیسے کھرے کر کے انہیں اسی قسم کی کسی درمیانی منزل میں چھوڑ کر رنو چکر ہو جاتے ہیں اور وہ ”پائے رفتن نہ جائے ماندن“ کا مصداق اپنی قسمت کو کوستے رہتے ہیں۔



ایمپریڈر ہوٹل سے ملیمانی ہوٹل منتقل ہوتے وقت جس ٹیکسی سے ہم نے سفر کیا، اس نے اپنے وطن کے ساتھ مشابہت کے احساس کو اور زیادہ اجاگر کر دیا۔ ٹیکسی شکل و صورت کے لحاظ سے برطانوی تھی کہ اسی قسم کی ٹیکسیاں وہاں چلتی ہیں اور اسے دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید اس معاملہ میں کینیا والے ہم سے کچھ آگے ہیں، لیکن ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد اطمینان کی ایک لہر دل و دماغ پر چھا گئی کہ خیر ہے، معاملہ اپنے گھر جیسا ہی ہے۔ صرف اوپر کا خول اور پاؤں انگلش ہے، باقی سب کچھ اپنی طرح کا ہے۔ ہمارے ٹیکسی میں بیٹھتے ہی ڈرائیور نے ارد گرد کھڑے کچھ لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ گاڑی کو دھکا دینے کے لیے متحرک ہو گئے، ٹیکسی ہمارے اجتماعی نظام کی ہو بہو تصویر تھی۔ ظاہری ڈھانچہ مغربی طرز کا اور اندر سے پوری مشینری دھکا شارٹ، جبکہ دھکا لگانے والے بھی ورلڈ بینک کے ڈائریکٹروں کی طرح ہماری بے بسی پر ایک دوسرے کو دیکھ مسکرا رہے تھے، آپس میں اشارے کر رہے تھے اور ہمیں دھکا دے رہے تھے، خدا خدا کر کے گاڑی شارٹ ہوئی، چند قدم چلی اور اچانک رک گئی۔ معلوم ہوا کہ گاڑی میں تیل ہی نہیں تھا اور ڈرائیور کسی طرح ”اللہ توکل“ پٹرول پمپ تک پہنچ جانا چاہتا تھا، مگر پٹرول پمپ سے چند قدم پیچھے ”دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا“ گاڑی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ ڈرائیور ٹیکسی سے اترا، ڈگی سے ایک خالی ڈبہ نکالا اور پٹرول پمپ کی طرف چل پڑا۔ وہاں سے پٹرول لاکر گاڑی میں ڈالا اور پھر ”دھکا شارٹ“ کے مرحلہ سے دو چار ہو گئے۔ دھکا لگانے والے یہاں بھی آسانی سے مل گئے، ہمیں نہیں اترنا پڑا، مگر اب کیفیت یہ تھی کہ گاڑی میں ہم لوگ تشریف فرما ہیں، دونوں طرفہ چھوٹے چھوٹے افریقی بچے ساتھ ساتھ چلے جا رہے ہیں جو اپنی زبان میں ہم سے سوال کر رہے ہیں اور کچھ نہ ملنے پر ہمارا منہ چڑا رہے ہیں، دانت نکوس رہے ہیں اور عجیب و غریب اشارے کر رہے ہیں، جبکہ کچھ لوگ گاڑی کو دھکا دے کر شارٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس شان و شوکت کے ساتھ ہمارا جلوس نیروبی کے ایک کھلے بازار میں فرلانگ ڈیزل فرلانگ تو چلا ہی ہوگا، مگر جب انگلش گاڑی نے ہم ایشیائیوں کو افریقہ میں ساتھ لے کر آگے بڑھنے سے بالکل انکار کر دیا تو ڈرائیور نے ایک اور ٹیکسی والے سے ہمارا سودا کر کے ہمیں اس میں منتقل کر دیا اور خدا خدا کر کے ہم ہرن کورٹ ہوٹل تک پہنچے۔ دوسری ٹیکسی بھی



انگلش طرز کی تھی، لیکن کچھ شریف انسل لگتی تھی، اس لیے اس نے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے بعد جتنے دن ہم وہاں رہے، انگلش ٹیکسی سے واسطہ نہیں پڑا۔ جمعہ کی نماز ہم نے اسی جامع مسجد میں ادا کی، جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ امام صاحب نے مقامی زبان میں خطاب کیا۔ کینیا کی مقامی زبان سواحلی ہے، مگر انگریزی بھی سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ امام صاحب کی زبان تو ہمیں سمجھ نہیں آ رہی تھی البتہ گفتگو کا مفہوم ہم بخوبی سمجھ رہے تھے۔ ان کا موضوع عالم اسلام کی حالت زار تھا، انہوں نے فلسطین اور افغانستان کا ذکر کیا، عالم اسلام کے اتحاد کی ضرورت پر زور دیا اور مغربی ممالک کے تسلط اور بالادستی سے نجات کے احساس کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ مولانا مطیع الرسول صاحب کے دفتر میں امام صاحب سے ہماری ملاقات بھی ہوئی۔ اسلام کی بالادستی اور عالم اسلام کے اتحاد کا جذبہ رکھنے والے مخلص بزرگ ہیں اور ملت اسلامیہ کے احوال پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد مسجد کے گیٹ پر کچھ پاکستانی احباب مل گئے۔ جناب مجیب الرحمن شامی ہمارے ملک کے معروف صحافی اور کالم نگار ہیں، 'جنگ میں' 'جلد عام' کے عنوان سے ان کا کالم قارئین کا وسیع حلقہ رکھتا ہے، نیروبی میں بھی انہیں دیکھ کر پہچاننے والوں کی کمی نہیں تھی، چنانچہ اس حوالہ سے متعدد حضرات سے ملاقات ہوئی جن میں پاک فوج کے ایک افسر بھی تھے۔ وہیں ڈاکٹر فاروق صاحب سے ملاقات ہوئی جو گوجرانوالہ میں ہمارے محلہ ایمن آبادی گیٹ کے رہنے والے ہیں اور ایک عرصہ سے نیروبی میں مقیم ہیں۔ ان کے ایک عزیز رضائے مجر محمد علی بٹ چند روز قبل نیروبی میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں قتل ہو گئے ہیں۔ یہاں قتل اور ڈاکہ زنی کی وارداتیں عام ہیں، راہ چلتے لوگوں سے سلان اور رقم چھین لینا عام معمول ہے، پولیس کے سپاہی بڑے بڑے ڈنڈے اٹھائے ہر وقت گھومتے رہتے ہیں، مگر وارداتیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ محمد علی بٹ مرحوم نیروبی میں ایک ہوٹل چلا رہے تھے، شام کے وقت ہوٹل سے باہر نکلے، ڈاکوؤں نے انہیں گولی مار دی اور گاڑی چھین کر فرار ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نیروبی میں ہماری ملاقات راؤ محمد اختر صاحب سے بھی ہوئی۔ یہ پاکستانی بزرگ ہیں، ایک عرصہ سعودی عرب میں رہے ہیں، اب نیروبی میں ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی سے بھی تعلق ہے اور نیروبی میں ایک رفائی ادارہ چلا رہے ہیں۔ انہوں نے ہماری واپسی کے روز اپنی



رہائش گاہ پر پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا اور پھر ائیرپورٹ پر چھوڑنے آئے، بلکہ جہاز پر سوار ہونے تک ساتھ رہے۔ ان کا خصوصی ذوق مساجد کا قیام ہے۔ انہوں نے بتایا کہ کینیا کی حکومت مسلمانوں کو مسجد کے لیے جگہ بلا معاوضہ دیتی ہے اور اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ کینیا کے مختلف حصوں میں مسجدیں بنا چکے ہیں۔ ان کے ساتھ ملاقات بڑی معلومات افزاری ہے۔

پاک فوج کے بعض افسروں کے علاوہ، صومالیہ کی مسلح تنظیموں کے نمائندوں، جامع مسجد نیروبی کے امام صاحب اور صومالیہ کے معاملات میں دلچسپی رکھنے والے بعض عرب راہنماؤں سے بھی ملاقات ہوئی اور صومالیہ کے حالیہ تنازعہ کے حوالے سے تفصیلی گفت و شنید ہوئی۔ ان ملاقاتوں اور سفر کے دیگر مشاہدات کے حوالہ سے کم از کم میرے آثارات یہی ہیں کہ صومالیہ کے دینی حلقوں کے اس موقف کو بے وزن قرار دینا مشکل ہے کہ امریکہ نے صومالیہ میں اپنے مقاصد کے لیے 'یو، این' او کی چھتری استعمال کی ہے اور پاک فوج کو جان بوجھ کر ایسا کردار دیا جا رہا ہے جس سے پاکستان اور افریقی مسلمانوں کے درمیان محبت کے رشتے کمزور ہوں اور شکوک و منافرت کی فضا قائم ہو۔ ان کے بقول امریکہ صومالیہ کے ذریعہ مشرقی افریقہ کو اپنی گرفت میں رکھنا چاہتا ہے، سوڈان اور ایتھوپیا کی اسلامی تحریکات کو دبانا چاہتا ہے، صومالیہ کو ایک نظریاتی اسلامی ریاست بننے سے باز رکھنا چاہتا ہے اور متوقع تیل اور معدنی ذخائر کا کنٹرول حاصل کرنا چاہتا ہے۔ صومالیہ کے دینی راہنماؤں کا کہنا ہے کہ پاکستان اور اس کی فوج کو ان امریکی مقاصد کے لیے آلہ کار نہیں بننا چاہیے اور اپنے موجودہ کردار پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ صومالیہ کے دینی راہنماؤں کا یہ موقف سنجیدہ توجہ کا مستحق ہے اور حکومت پاکستان، حزب اختلاف اور مذہبی راہنماؤں کو اس صورت حال کا پوری متانت کے ساتھ جائزہ لینا چاہیے۔



## ”رتہ دوہتر توہین رسالت کیس“

### ابتدائی مطالعاتی جائزہ

ماسٹر عنایت اللہ صاحب تھانہ کوٹ لدھا کے گاؤں کوٹ لالہ کے رہنے والے ہیں۔ زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ۵۷ سال کے لگ بھگ ان کی عمر ہے، میٹرک، بی وی، اویب اردو، عالم اردو، منشی فاضل اور اویب پنجابی کی اسناد رکھتے ہیں اور گاؤں کے پرائمری سکول کے استاد ہیں۔ وہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے بیعت کا تعلق رکھتے ہیں، پابند صوم و صلوة اور خدا خوف انسان ہیں۔ مذہبی معاملات میں انتہائی پر جوش ہیں۔ ۱۹۵۳ کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لے چکے ہیں اور گاؤں میں دو دفعہ قادیانی لاشیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے میں رکاوٹ بن چکے ہیں اور ان کی وجہ سے ہی کوٹ لدھا میں قادیانیوں کو اپنا قبرستان مسلمانوں سے الگ کرنا پڑا۔ متعدد بار گرفتار ہو چکے ہیں اور انجمن اصلاح اسیراں کے صدر بھی رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ان پر قادیانیوں کی طرف سے قاتلانہ حملہ بھی ہوا ہے۔ مقدمہ درج ہو گیا تھا، لیکن حملہ آور قادیانی کے مسلمان ہو جانے پر انہوں نے اسے معاف کر دیا۔

### رحمت مسیح

تھانہ کوٹ لدھا کے گاؤں پھوکر پور کے ایک مسیحی رحمت مسیح ولد نانک مسیح، جو تعلیم یافتہ ہے اور اردو انگلش پر اچھا عبور رکھتا ہے، ان کے ساتھ گاؤں کے مسلمانوں کا اکثر اوقات تنازعہ رہتا ہے۔ رحمت مسیح قرآن کریم کے اوراق کی بے حرمتی کے متعدد واقعات میں ملوث پایا گیا، مگر علاقہ کے معززین کی مداخلت پر آئندہ محتاط رہنے کی یقین دہانی پر درگزر کر دیا گیا۔ رحمت مسیح مذکور سے علاقہ کے مسلمانوں کو یہ شکایت بھی رہی ہے کہ گر جا پر لاؤڈ



اپیکر لگا کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتا ہے۔ ایک باز تھانہ تک نوبت گئی، علاقہ کے معززین درمیان میں آگئے اور معاملہ رفع دفع کر دیا گیا۔ دوسری بار علاقہ مجسٹریٹ جناب محمد اسلم قاسمی تک معاملہ پہنچا، ان کے سامنے علاقہ کے پادری حضرات نے تحریری یقین دہانی کرائی کہ رحمت مسیح مذکور آئندہ محتاط رہے گا اور لاؤڈ اسپیکر بھی استعمال نہیں کرے گا، اس پر اسے پھر درگزر کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۹۲-۳-۷ کا ہے۔

رتہ دوہتر کیس

رحمت مسیح مذکور کے گاؤں پھوکروپور سے ایک میل کے فاصلہ پر ”رتہ دوہتر“ نامی گاؤں میں سات آٹھ ماہ قبل یہ صورت حال پیش آئی کہ گاؤں کی جامع مسجد میں پرچیاں پھینکی جاتیں، جن میں جناب رسالتہاب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی بلکہ معاذ اللہ تنگی گالیاں درج ہوتیں، لیکن کچھ پتہ نہ چلتا کہ یہ پرچیاں کون وہاں پھینکتا ہے۔ ۹ مئی ۹۳ء کو جامع مسجد کے خطیب حافظ محمد فضل حق صاحب اور ان کے دو ساتھیوں محمد بخش گوجر نمبردار اور حاجی محمد اکرم نے مبینہ طور پر تین افراد کو ایک دیوار پر اسی قسم کی گستاخانہ باتیں لکھتے ہوئے پکڑ لیا۔ یہ رحمت مسیح، منظور مسیح اور سلامت مسیح تھے جن میں آخر الذکر دونوں پکڑے گئے اور رحمت مسیح بھاگ گیا۔

گاؤں کے لوگ تھانہ گئے، مگر پولیس نے مقدمہ درج کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا۔ دونوں ملزموں کو تھانہ میں بند کر لیا گیا، مگر پرچہ درج نہ ہوا۔ اس پر گاؤں کے لوگ کوٹ لالہ میں ماسٹر عنایت اللہ صاحب کے پاس گئے اور تعاون کی درخواست کی۔ ماسٹر عنایت اللہ نے علاقہ کے مسلمانوں کو جمع کیا اور تھانہ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ علاقہ کے مسلمان واقعہ کے بارے میں باخبر ہوتے ہی تھانہ کے پاس جمع ہوتے گئے، انہوں نے تھانہ کا گھیراؤ کر لیا اور ٹریفک بلاک کر دی گئی، جس پر پولیس نے مجبور ہو کر ۱۱ مئی کو پرچہ درج کیا، جس کے بعد دونوں گرفتار ملزم جیل بھیج دیے گئے۔ مگر رحمت مسیح روپوش ہو گیا اور اس کے بارے میں مشہور ہو گیا کہ وہ گوجرانوالہ کے ایک عیسائی ایم پی اے کے پاس ہے اور اسے امریکہ بھیجا جا رہا ہے۔ ماسٹر عنایت اللہ اور گوجرانوالہ کے علما نے ضلعی حکام سے بات چیت کی اور بالا خر چند روز کے بعد رحمت مسیح کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ ملزمان کی طرف سے



اپنی گرفتاری کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی گئی جو جسٹس خلیل الرحمن صاحب نے ۲۰ جون کو خارج کر دی۔ اسی طرح ایڈیشنل سیشن جج گوجرانوالہ جناب پرویز چاولہ کی عدالت میں بھی ضمانت کی درخواست دائر کی گئی جو انہوں نے ۱۰ جولائی کو عدم بیروی کی بنا پر خارج کر دی۔

## بیرونی لایوں کی دلچسپی

اس دوران گوجرانوالہ اور گاؤں رتہ دوہتر میں بیرون ملک سے افراد کی آمد شروع ہو گئی۔ ایک امریکی صحافی نے سیشن جج سے بھی ملاقات کی اور ضلعی حکام پر ملزمان کی رہائی کے لئے دباؤ ڈالنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مبینہ طور پر امریکی سفارت خانہ کے افسران بھی متحرک ہو گئے اور گاؤں میں مختلف وفد گئے اور علاقہ کے سادہ عوام پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔

## انڈیا ریڈیو اور بی بی سی

آل انڈیا ریڈیو نے ۱۱ جولائی اور پھر ۱۳ نومبر کو اس کیس کے بارے میں مفصل پروگرام نشر کئے، جن میں ملزمان کی بے گناہی، توہین رسالت کے قانون پر تنقید اور ماسٹر عنایت اللہ کی کردار کشی کی گئی۔ بی بی سی نے ۲۹ نومبر کو اس قسم کا پروگرام نشر کیا۔ اس کے علاوہ متعدد جرائد میں کیس کے بارے میں مضامین کا سلسلہ چلتا رہا۔

## عاصمہ جمائیکیر ایڈووکیٹ

لاہور سے عاصمہ جمائیکیر ایڈووکیٹ، نعیم شاکر ایڈووکیٹ اور حنا جیلانی ایڈووکیٹ نے گوجرانوالہ آکر ملزمان کی ضمانت کے لئے دوبارہ درخواست دائر کی جو ایڈیشنل سیشن جج جناب عبدالرشید خان کی عدالت میں گئی، انہوں نے ضمانت منظور کرنے سے انکار کر دیا، جس پر کہا گیا کہ تین ملزموں میں سے ایک سلامت مسیح نابالغ ہے، اس لئے اس بنیاد پر اس کی ضمانت لی جائے۔ سلامت مسیح کی عمر کے بارے میں حافظہ آباد چرچ کا ایک سرٹیفکیٹ عدالت میں پیش کیا گیا جس کے مطابق اس کی عمر چودہ برس سے زائد بنتی ہے، جبکہ مدعیان اس سرٹیفکیٹ کو منی بر حقیقت قرار نہیں دیتے اور ان کا کہنا ہے کہ سلامت مسیح نابالغ نہیں ہے اور اس کا فیصلہ میڈیکل معائنہ کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال اس بنیاد پر بالآخر ایڈیشنل



سیشن جج مذکور کو سلامت مسج کی ضمانت منظور کرنا پڑی۔

## امریکی مداخلت

اس ضمانت کے سلسلہ میں اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں کے مطابق امریکی حکام اور پاکستانی حکومت کی طرف سے ضلع گوجرانوالہ کی انتظامیہ اور سیشن کورٹ پر مسلسل دباؤ بھی ڈالا گیا۔ چنانچہ روزنامہ مساوات لاہور ۸ نومبر ۱۹۳۳ء کی خبر کے مطابق امریکہ کی نائب وزیر خارجہ مسز رابن رائفل نے وزیر اعظم پاکستان کے ساتھ مذاکرات میں یہ مسئلہ اٹھایا اور سیکرٹری خارجہ نے بتایا کہ سلامت مسج کو ضمانت پر رہا کرنے کے احکامات جاری کر دیے گئے ہیں۔ جبکہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء کی خبر کے مطابق امریکی حکام کے کہنے پر حکومت پنجاب کے ایک اعلیٰ افسر کو سلامت مسج کی ضمانت کے انتظامات پر مامور کیا گیا اور سلامت مسج کی ضمانت بھی گوجرانوالہ کی ضلعی انتظامیہ کے ایک عمدہ دار نے دی۔

سلامت مسج کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ نابالغ ہے اور ان پڑھ ہے۔ مدعیان ان دونوں باتوں کی تردید کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ لکھ پڑھ سکتا ہے اور اس کے بالغ ہونے کی تصدیق بھی طبی معائنہ سے ہو سکتی ہے۔ مزید برآں مدعیان کے مطابق سلامت مسج کے والد نے، جو کراچی میں رہتا ہے، متعدد تحریرات میں تسلیم کیا ہے کہ اس کے لڑکے نے یہ حرکت کی ہے، اس سے رحمت مسج نے پیسے دے کر یہ حماقت کرائی ہے، اس لیے اس کے بارے میں نرمی کی جائے۔ مدعیان کا کہنا ہے کہ وہ یہ تحریرات ضرورت پڑنے پر عدالت میں پیش کر سکتے ہیں۔

## ایکشن کمیٹی

گوجرانوالہ کے علمائے رتہ دو ہتھ کیس میں امریکی حکومت اور دیگر غیر ملکی لابیوں کی مداخلت کے باعث کیس کی منظم پیروی کے لئے ”تحفظ ناموس رسالت“ ایکشن کمیٹی قائم کر لی ہے، جس کے چیئرمین مولانا عبدالعزیز چشتی اور سیکرٹری ڈاکٹر غلام محمد ہیں، جبکہ کمیٹی میں مولانا حکیم عبدالرحمن آزاد، مولانا محمد نواز بلوچ، مولانا محمد اعظم، مولانا عبید اللہ عبید اور دیگر علما شامل ہیں۔

انکوائری کمیٹی



ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا زاہد الراشدی نے ”رہ دوتہ توہین رسالت“ کیس کے واقعات کی پبلک انکوآری کے لیے رٹائرڈ سیشن جج جناب محمد افضل سمیل کی سربراہی میں تحقیقات کمیٹی قائم کر دی ہے، جس میں دیگر ماہرین قانون اور علما بھی شامل ہیں اور ممتاز مسجی راہ نما فلور روفن چولیس ایم۔ این۔ اے سے بھی کمیٹی میں شامل ہونے کی درخواست کی گئی ہے۔ یہ کمیٹی ماہ رواں کے دوران اپنی رپورٹ مکمل کر لے گی اور اسے فورم کی طرف سے بین الاقوامی پریس اور دیگر متعلقہ اداروں کو بھجوایا جائے گا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت

اب تک اس کیس کی پیروی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت علاقہ کے مسلمانوں اور ماثر عنایت اللہ کی معاون ہے اور اس سلسلہ میں مولانا حکیم عبدالرحمن آزاد، قاری محمد یوسف عثمانی اور حافظ محمد ثاقب پیش پیش ہیں۔ مجلس کے امیر حکیم عبدالرحمن آزاد کا کہنا ہے کہ ایکشن کمیٹی کی تشکیل کے بعد بھی کیس کے سلسلہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حسب سابق اپنا کردار جاری رکھے گی۔

## مدرسۃ العلوم گوجرانوالہ میں سالانہ دورہ تفسیر القرآن

یکم شعبان المعظم تا ۲۰ رمضان المبارک پر دو گرام کے مطابق ہو رہا ہے

شیخ الحدیث حفصہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی

اپنے مخصوص انداز میں قرآنی علوم و معارف سے علماء اور طلبہ کو فیض یاب کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ  
داخلہ کیلئے ۱۰ شعبان تک رجوع کریں، غیر ملکی طلبہ کیلئے دینا پاسپورٹ اور ملکی طلبہ کیلئے شناختی کارڈ ہمراہ  
ہونا لازمی ہے، بیرونی شہر کیلئے قیام و طعام کا معقول انتظام ہوگا۔ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

منجانب، مہتمم مدرسۃ العلوم گوجرانوالہ۔ فون: ۲۱۸۵۳۰

## مولانا حکیم نذیر احمد آف واہنڈو

ضلع گوجرانوالہ کے بزرگ عالم دین اور تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن حکیم نذیر احمدؒ ۲۲ نومبر ۱۹۱۳ء کو واہنڈو میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر اسی برس تھی اور زندگی کا بیشتر حصہ انہوں نے دین کی تعلیم و تبلیغ میں بسر کیا۔ ان کی ولادت ۱۹۱۳ء میں واہنڈو میں ہوئی۔ زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ دینی تعلیم انہوں نے پنجابوالی نامی گاؤں میں مولانا حافظ عبدالغفور صاحب سے حاصل کی، جو اس زمانہ میں علاقہ میں دینی تعلیم کا ایک بڑا مرکز شمار ہوتا تھا اور اس درسگاہ کا تعلق اہلحدیث کتب فکر سے تھا۔ مولانا حکیم نذیر احمد نے اس کے بعد شیرانوالہ لاہور میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور انہی سے بیعت بھی کر لی اور پھر واہنڈو میں خطابت اور تدریس کی ذمہ داریوں میں منہمک ہو گئے۔ بے نیاز اور متوکل قسم کے بزرگ تھے۔ دینی خدمات کا سلسلہ پوری زندگی بے لوث طور پر کسی معاوضہ اور تنخواہ کے بغیر جاری رکھا۔ توڑی ہی زمین تھی جس پر گزر بسر کرتے رہے۔ واہنڈو کی جامع مسجد انہوں نے تعمیر کرائی اور اسی میں آخر وقت تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ سماجی خدمات میں بھی پیش پیش رہے۔ قیام پاکستان سے پہلے علاقہ کی پنچایت کے رکن تھے اور علاقہ کی سربر آوردہ شخصیات میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ سابق صدر محمد ایوب خان مرحوم کے دور میں بی ڈی نظام کے تحت واہنڈو یونین کونسل کے چیئرمین بھی رہے۔ بے باک اور دہنگ قسم کے بزرگ تھے، کسی کو خاطر میں نہ لاتے اور پورے وقار اور دہدبے کے ساتھ رہتے۔ تحریک پاکستان میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی راہ نمائی میں سرگرم حصہ لیا اور علاقہ میں تحریک پاکستان کو منظم کرنے میں محنت کی۔ اس کا ذکر اکثر مجالس میں کرتے رہتے تھے کہ ہم نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے کہنے پر پاکستان بنانے کی جدوجہد میں حصہ لیا لیکن پاکستان بننے کے



بعد اسلامی معاشرہ کے قیام اور اسلامی نظام کے نفاذ کی منزل حاصل نہ ہوئی۔ سیاسی طور پر جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ تھے۔ ضلع گوجرانوالہ میں جمعیت علمائے اسلام کو منظم کرنے میں آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ ایک عرصہ تک تحصیل گوجرانوالہ کے امیر اور پھر بعد میں ضلعی نائب امیر رہے۔ سیاسی و دینی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بھٹو مرحوم کے دور میں لاہور میں اس وقت کے گورنر جناب غلام مصطفیٰ کھر کے اقدامات کے خلاف بحالی جمہوریت کی تحریک چلی اور متعدد سیاسی راہ نماؤں اور کارکنوں نے گرفتاریاں پیش کیں۔ اس دور کی بات ہے مولانا نذیر احمد مرحوم دو بار میرے پاس تشریف لائے کہ میں گرفتاری پیش کرنا چاہتا ہوں، بڑی مشکل سے واپس بھیجا کہ آپ بزرگ ہیں گھر تشریف رکھیں، گرفتاری کے لئے ابھی ہمارے پاس کارکن بہت ہیں۔ ایک روز میں لاہور میں جمعیت کے مرکزی دفتر میں گیا تو وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ گرفتاری دینے کے لیے آیا ہوں۔ سمجھا بجا کر واپس بھیجا۔ ایک بار جمعیت کا ضلعی اجلاس میرے پاس جامع مسجد گوجرانوالہ میں تھا، اتفاق سے اس روز بسوں کی ہڑتال ہو گئی اور اکثر ساتھی اجلاس میں نہ آ سکے۔ میں اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک مولانا حکیم نذیر احمد پینے میں شرابور تشریف لائے اور کہا کہ جمعیت کا اجلاس تھا اور مجھے بس نہیں ملی، اس لئے بائیکل پر ہی آ گیا ہوں۔ گویا انہوں نے گرمی کے موسم میں واہنڈو سے گوجرانوالہ تک تیسری میل کی مسافت بائیکل پر صرف اس جذبہ سے طے کی کہ اجلاس میں غیر حاضری نہ ہو۔ یہ احساس ذمہ داری کی ایک قابل تقلید مثال ہے۔ مولانا مرحوم اچھے حکیم تھے، ایک زمانہ میں واہنڈو کے بازار میں دکان بھی شروع کی اور لوگوں کا اس قدر رجوع ہوا کہ ارد گرد کے دیگر تیسوں کے ڈیرے ویران ہو گئے۔ ایک روز وہ سب اپنی اپنی شیشیاں بوتلیں اٹھا کر حکیم نذیر احمد صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری دکانیں تو ویران ہو گئی ہیں، آپ یہ شیشیاں اور بوتلیں بھی بیچ دیں۔ انہوں نے اسی روز دکان بند کر دی اور پھر اپنے مکان کی بیٹھک میں ہی تھوڑا بہت کام کرتے رہے۔ ان کے فرزند اور جانشین مولانا عطاء الرحمن کا کہنا ہے کہ ان کی عادت یہ تھی کہ جس وقت گھر کی ہانڈی کا خرچہ نکل آتا بیٹھک بند کرتے نکل جاتے۔

صاحب مطالعہ تھے، کتابیں جمع کرنے اور مطالعہ کرنے کا ذوق عمر بھر رہا۔ اکثر ان کے پاس نایاب کتابیں نظر آتیں۔ کئی کتابیں میں نے بھی ان سے حاصل کر کے مطالعہ



کیں۔ متعدد اہل علم کے ساتھ ان کا تعلق تھا۔ مطالعہ کے لئے کتابوں کا تبادلہ کرتے رہتے اور اکثر اوقات مطالعہ میں مستغرق رہتے۔ پرانی طرز کے و نعدار بزرگ تھے، و نعداری اور وقار کے ساتھ دینی و سماجی خدمات میں مگن رہے۔ آخر میں شوگر کا عارضہ تھا، مگر کوئی پروا کئے بغیر معمولات میں مصروف رہے۔ آخری دن بھی صبح معمول کے مطابق اٹھے، نماز ادا کی اور تھوڑی دیر کے بعد انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے فرزند مولانا عطاء الرحمن نے اب ان کی جگہ خدمات سنبھال لی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں اور ورثا کو صبر و حوصلہ کے ساتھ حسنت میں ان کی پیروی کی توفیق دیں۔ آمین یا اللہ العالمین۔

## چوہدری محمد خلیل مرحوم

گجرات میں ہمارے پرانے بزرگ دوست چوہدری محمد خلیل گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے ساتھ تعارف اس دور میں ہوا جب مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ پر تفریق کی راہ اختیار کی اور اسے اپنے مواعظ و خطابات کا موضوع بنا کر جمہور علمائے امت کے خلاف فتویٰ بازی کی زبان استعمال کرنا شروع کر دی، تو ان کے ایک رفیق مولانا نذیر اللہ خان مرحوم نے ان سے علیحدگی اختیار کر کے مسجد حیات النبیؐ میں الگ مورچہ قائم کر لیا۔ چوہدری محمد خلیل مرحوم اس محلہ پر مولانا نذیر اللہ خان مرحوم کا دست و بازو بنے اور فعال ساتھی رہے۔ چوہدری صاحب دراصل مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکن تھے اور وہی محاذ ان کی سرگرمیوں کی سب سے بڑی جولا نگاہ تھا۔ باضابطہ عالم دین نہیں تھے، لیکن قادیانیوں کے بارے میں اس قدر معلومات اور گفتگو کا مالک رکھتے تھے کہ متعدد مناظروں میں قادیانی حضرات کو ان کے سامنے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے اپنے گھر کے قریب ختم نبوت کے عنوان سے مسجد اور کتب قائم کیا اور عمر کا آخری حصہ اسی کی خدمت میں بسر کیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی امیر تھے اور جمعیت علمائے اسلام کی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ آمین یا رب العالمین۔

# قادیانیت

صرف مذہبی فتنہ نہیں عالمی استعماری  
قوتوں کا ایجنٹ سازشی گروہ بھی ہے

اس کے عقائد، دجل و فریب اور طریق واردات سے آگاہی حاصل کرنا علماء کرام کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ عوام کے ایمان کے تحفظ کے لیے اپنا کردار صحیح طریقہ سے ادا کر سکیں۔ اس مقصد کیلئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ۱۵ شعبان تا ۲۰ شعبان ۱۴۱۲ھ مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ ملتان میں

پندرہ روزہ خصوصی تربیتی کورس کا اہتمام کیا جا رہا ہے جس میں ممتاز علماء اور سکالرز کے لیکچر ہوں گے

تفصیلاً کیلئے رابطہ: مولانا بشیر احمد ناظم تبلیغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

## الاشرف کا نصاب و نظام تعلیم نمبر

- کیا درس نظامی میں کسی قسم کی تبدیلی وقت کی ضرورت ہے؟
  - قرآن و حدیث اور فقہ و فنون کی تعلیم کے ساتھ عصری علوم و فنون کی تعلیم کہاں تک ضروری ہے؟
  - اسکول کالج اور دینی مدارس کے نصاب اور نظام تعلیم میں کیا خوبیاں اور کیا کمزوریاں ہیں؟
  - اسلامیات کی تعلیم اور بے پناہ اخراجات کے باوجود مواقع نتائج کیوں حاصل نہیں ہو رہے؟
- ان اور ان جیسے دیگر سوالات کے تفصیلی جوابات کے لیے الاشرف کے "نصاب و نظام تعلیم نمبر" کا مطالعہ کیجیے۔

- معرکہ الآراء، مضامین، مشاہیر کے افکار اور معروف اہل قلم کے حاصل مطالعہ کو اپنے جلو میں لے ہوئے یہ یادگار نمبر الشاہ اللہ رمضان کے آخر میں منظر عام پر آ رہا ہے۔ نکالت معمول سے زیادہ۔ قیمت بیس روپے۔ اپنی کاپی آج ہی بک کر لیجیے۔

نوٹ: دلچسپی رکھنے والے ہر صاحب علم اور فکر سے مندرجہ بالا موضوع پر لکھنے کی درخواست ہے۔  
ملائے عام ہے یارانِ محنت و ان کے لیے

ادارہ جریدہ الاشرف، الامد مینشن، ۱۲ بی، گلشن اقبال، کراچی۔ فیکس ۴۱۸۰

وفاقی شرعی عدالت، قرار داد مقاصد امتناع قادیانیت آرڈیننس اور توہین رسالت پر  
 موت کی سزا کے قانون کے خلاف مغربی لابیوں کی مہم ملت اسلامیہ کے عقائد اور  
 پاکستان کے اسلامی تشخص کے خلاف

# خوفناک سازش

ہے جسے ناکام بنانے کیلئے پاکستان کی دینی قوتوں کا اتحاد ضروری ہے  
 مذہبی جماعتوں کے راہنما اسوں سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس  
 کریں اور متحد ہو کر قوم کی ہیرا پھرائی راہنمائی کریں۔۔۔

جامعہ انوار القرآن آدم ٹاؤن کراچی دینی تعلیم کا معیاری ادارہ  
 ہے جہاں دورہ حدیث سمیت وفاق المدارس العربیہ پاکستان  
 کے نصاب کے مطابق تعلیم ہوتی ہے اور تین سو سے زائد طلبہ  
 کی رہائش، خوراک اور دیگر ضروریات کا جامعہ کفیل ہے، نیز طلبہ  
 کی دینی و اخلاقی تربیت کا بطور خاص اہتمام کیا جاتا ہے، اصحاب خیر اپنے  
 صدقات، عطیات اور زکوٰۃ کے ساتھ جامعہ کا  
 تعاون کر کے ثواب میں شریک ہوں۔

مبجانب

(مولانا) فداء الرحمن درخواستی مہتمم جامعہ انوار القرآن  
 آدم ٹاؤن ۱۱-سی۔ون، نزد ناگن چورنگی نارتنھ کراچی، پاکستان